جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

اپریل
۲۰۰۱ء

محرم الحرام
۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۹ | محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۔ اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ : ۴

مدیر اعلیٰ

سید محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ جدید (رائیونڈ روڈ)

لاہور

بدل اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ــــــ سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ــــــ	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ــــــ	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ ــــــ	۱۶ ڈالر
برطانیہ ــــــ	۲۰ ڈالر

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیل زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ: ۵۴۰۰۰ موبائل: ۰۳۰۰۔۸۴۴۲۰۷۵

فون: ۲۰۰۵۷۷ فون/فیکس: ۹۲۔۴۲۔۷۷۲۶۷۰۲

E-mail: jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ____________ ۳
درسِ حدیث ______ حضرت مولانا سیّد حامد میاں ؒ ______ ۸
اعمالِ صالحہ کی دعوت ______ مولانا عاشق الٰہی صاحب ______ ۱۶
اسلام، ایمان اور ان میں فرق ______ مولانا سید محمود میاں صاحب ______ ۲۳
رائے گرامی ____________ ۳۴
مولانا اوکاڑوی مرحوم ______ مولانا نعیم الدّین صاحب ______ ۳۶
تازیانۂ عبرت ____________ ۴۲
ربانی اور شیطانی نظام کی کشمکش ______ مولانا راشد وحید قاسمی صاحب ______ ۴۴
وحدتِ ادیان کیا ہے ؟ ______ مولانا راحت گل ______ ۵۳
پاکستان میں قادیانی ریاست بنانے کی سازش ______ ۵۷
دین اور دہریّت ______ مولانا محمد حسین صاحب ______ ۵۸
الہلال ____________ ۶۲
اخبار الجامعہ ______ مولوی محمد قاسم ______ ۶۳

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو-پی-انڈیا

(قسط:۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

یہود و نصاریٰ اور مُشرکین تو اسلام کے ازلی دُشمن رہے ہی ہیں اور اُن کی یہ دُشمنی جب حد سے بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو جہاد کے ذریعہ اُن کے شر کو کُچلنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ اسلام کا جھنڈا سر بلند رہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بنفسِ نفیس بارہا جہاد کیا اسی طرح صحابہ کرامؓ نے آپ کی قیادت میں اور آپ کے بعد آج تک سرفروشانِ اُمّت اس فریضہ پر عمل کر کے کسی نہ کسی طرح اس نبوی سُنّت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں کُفر نے جہاد کو ہمیشہ ہی سے دہشت گردی قرار دیا ہے۔ انھیں کی روش اختیار کرتے ہوئے بہت سے نام نہاد مُسلمان لیڈر اور اُن کی جماعتیں جہاد کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں اور مجاہدین کی مدد کے بجائے اُن کے لیے مشکلات پیدا کرتے رہتے ہیں ان نام نہاد مسلم جماعتوں کا مقصد اپنے یہودی اور عیسائی آقاؤں کو خوش کر کے مال بٹورنا اور اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے راہیں ہموار کرنا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں بھی اس قسم کے ملحدین کی کمی نہیں ہے جو اسلام کو باعزّت دیکھ سکیں وہ جہاد افغانستان کے حوالہ سے آئے دن کوئی نہ کوئی اعتراض کر کے اپنے مغربی آقاؤں کی نمک حلالی کرتے رہتے ہیں چند ماہ سے پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین ڈاکٹر طاہر القادری

نے اسلام کی اہم عبادت فریضہ جہاد میں مصروف جماعتوں کے خلاف بیان بازی کرکے آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے اگرچہ دیگر بے دین پارٹیاں بھی ہمیشہ سے جہاد کے خلاف بیہودہ گوئی کرتی چلی آرہی ہیں مگر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب جو اپنے نام کے ساتھ "قادری" اور کبھی "علاّمہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اپنے ابتدائی دَور میں تو خالص مذہبی رنگ اختیار کیے ہُوتے تھے اور عجیب و غریب خوابوں اور بشارتوں پر مشتمل بیانات اخبارات میں دیکھنے کو ملتے تھے۔ نیز رمضان المبارک میں تشہیری اعتکاف اور سادہ لوح لوگوں کو بیعت کرنے کا عمل تو تاحال جاری ہے

ایک طرف مذہب کا نام، دوسری طرف مذہب دُشمنی ان کی اس متضاد اور دوہری شخصیّت کو واضح کرنا دینی اعتبار سے ضروری ہے تاکہ تمام مُسلمان اس فتنہ میں مُبتلا ہونے سے بچیں اس لیے سب سے پہلے اسلام کے اہم فریضہ جہاد کے خلاف اُن کی بیان بازی کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶۔ فروری روزنامہ جنگ:

جہادی تنظیمیں کس کے لیے اسلحہ اکٹھا کر رہی ہیں !!!

۱۷۔ فروری روزنامہ جنگ:

جہادی اور فسادی تنظیموں کا تعیّن ہونا چاہیے۔

۲۲۔ فروری روزنامہ جنگ:

اس وقت سب دہشت گرد جہاد کے لبادے میں ہیں جہادی تنظیموں کا تعیّن ہونا چاہیے۔ افغانستان میں جہاد کے لیے چندے کا کوئی جواز نہیں تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کی بیرونی امداد پر مکمّل پابندی ہونی چاہیے۔

۲۰۔ مارچ روزنامہ جنگ:

میرے پاس اللہ کے دین کا چراغ ہے۔

میں مولانا نہیں، باقی سب کچھ ہوں

ان اقتباسات سے ڈاکٹر طاہر القادری کی تضاد فکری، مذہب سے نفرت، جہاد دُشمنی مذہب کو بطورِ لبادہ استعمال کرنا خوب واضح ہوجاتا ہے ایک بیان میں اُنھوں نے کہا کہ

"ہم غیر مسلموں/عیسائیوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت دیں گے"۔

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ وہ خود بھی چرچ میں جاکر عبادت کر لیا کریں گے اور دیگر مُسلمانوں کو اس کا مشورہ بھی

دیں گے۔

ان بیانات کی آڑ میں قادیانیت نوازی کے واضح اشارے مل رہے ہیں اور یہ کہ اُن کو این جی اوز کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے ہمارے ملک میں این جی اوز کے فنڈ کو سفارتی ارسال و ترسیل کا تقدس حاصل ہے اُن کے ایجنٹ ہی ہمہ وقت دینی فلاحی اداروں کے فنڈز کی جانچ پڑتال کی فکر میں پڑے رہتے ہیں اور جہاد کو دہشت گردی قرار دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پاکستان عوامی تحریک کو این جی اوز سے فنڈ فراہم کیے جا رہے ہیں اور وہ پوری طرح اُن کا حق نمائندگی ادا کر رہے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السّلام اور عام مُسلمانوں کو اپنے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے جہنّم سے بچانے کا حکم فرمایا ہے وانذر عشیرتك الاقربین آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا اے ایمان والو اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

ان آیات کی روشنی میں دین کی علمبرداری کا دعوٰی کرنے والے ہر شخص پہ یہ ذمّہ داری آتی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو دین پر چلائے اور حرام کاموں سے بچائے اگر وہ باز نہ آئیں تو اُن کے اس طرزِ عمل سے بیزاری کا اعلان کرے تاکہ دین پر حرف نہ آئے اگر کوئی دین کا مبلّغ ایسا نہیں کرتا تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

۷۔ اگست ۱۹۹۸ء کے "دن" اخبار کی اشاعتِ خاص میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ رفعت قادری اور بچوں کا باتصویر انٹرویو شائع ہوا ہے جس سے اُن کے دین کے علمبردار ہونے کے دعوٰی پر خُوب روشنی پڑتی ہے، اور حقیقت خُوب کُھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اس انٹرویو کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

س : شادی کی سالگرہ مناتے ہیں

رفعت قادری: جی بالکل مناتے ہیں اگر ڈاکٹر صاحب گھر ہوں تو پھر بچّے کیک اور پھول وغیرہ منگواتے ہیں لیکن جب کبھی بیرونِ ملک گئے ہوں تو فیکس کے ذریعہ مُبارکباد بھیجتے ہیں اور ٹیلیفون بھی کرتے ہیں۔

جبکہ ایک عام مُسلمان بھی یہ بات جانتا ہے کہ سالگرہ کے عمل کا یہاں کی ثقافت و معاشرت سے کچھ تعلّق نہیں

ہے۔اسی طرح اسلامی تعلیمات بھی اس جیسے لغو عمل کی نفی کرتی ہیں یہ مغرب زدہ ذہنیت اور نو دولتیوں کا مشغلہ ہے۔

س : تفریح کے لیے کہاں جاتے ہیں :

رفعت قادری: ہم لوگ زیادہ تر بیرونِ ملک تفریح کے لیے جاتے ہیں بچّے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔

ایک غریب ملک کے عوام پر لیڈری کا شوق رکھنے والا شخص اپنے مال و دولت کو کہاں لٹا رہا ہے اور اس کے دِل میں غریبوں کا کتنا درد ہے اس جواب سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

س: معاشرتی بے راہ روی بڑھنے کی کیا وجوہات ہیں۔

رفعت قادری: میرے خیال میں میڈیا اور بھارتی فلموں نے ہماری اسلامی اور معاشرتی روایات کو ختم کر دیا ہے آج کل نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مغرب کی تقلید کرنا پسند کرتے ہیں ٹی وی پر اس طرح کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں کہ انسان اپنے بچّوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھنے میں شرمندگی محسوس کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے بچّے اب ٹی وی دیکھنے سے بھی گریز کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ یہ صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہے اور اس کے لیے نہ صرف حکومت بلکہ لوگوں کو انفرادی سطح پر بھی کام کرنا ہوگا۔

مگر آگے چل کر اُن کی بیٹی نے ایک سوال کے جواب میں اپنی والدہ کے جواب کے برخلاف اپنے شوق کا اس طرح اظہار کیا۔

س : ٹی وی دیکھتی ہیں۔

جواب: کبھی کبھی دیکھتی ہوں ویسے ہی میرے پاس کارٹون اور انگلش فلموں کی کیسٹیں موجود ہیں لہٰذا جب کبھی دل کرے وی سی آر پر دیکھ لیتی ہوں۔

ایک دوسری بیٹی نے ایک سوال کا اس طرح جواب دیا۔

س : آپ کو شاپنگ کے لیے لے کر جاتے ہیں

فاطمہ: ہم لوگ زیادہ تر باہر کے ممالک سے شاپنگ کرتے ہیں اور پاکستان میں بہت کم شاپنگ کے لیے جاتے ہیں دراصل پاکستان میں سب لوگ جانتے ہیں اور پردے کا بھی خصوصی اہتمام کرنا پڑتا ہے جبکہ بیرونِ ملک میں شاپنگ کرنے میں آسانی محسوس کرتی ہوں۔

ان حقائق کی روشنی میں قارئین کے لیے اُن کی شخصیّت کے بارے میں رائے قائم کرنے میں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ واقعات کو سامنے لایا جائے اور اپنی طرف سے بلاضرورت کوئی رائے نہ دی جائے مگر ڈاکٹر صاحب نے از خود اپنے بارے رائے قائم کرنے کا کام یہ کہہ کر بہت آسان کر دیا ہے کہ

"میں مولانا نہیں باقی سب کچھ ہوں"

(جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

۰۳۰۰-۸۴۴۲۰۷۵

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہ حامدیہ قدوسیہ چشتیہ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مُسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے ۔ (آمین)

بنو امیہ اور تاریخی پس منظر، نبیذ کا رواج ، نشہ پر حد اہلِ مدینہ اور اہلِ شام میں فرق

حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۳۱ سائیڈ اے ، ۸۴-۳-۲

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّ آلہ واصحابہ اجمعین

تمہید حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک محرم نے احرام کی حالت میں ایک مسئلہ پُوچھا تو اُنھوں نے یہ جواب دیا کہ یہ مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پُوچھ رہا ہے حالانکہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صاحبزادی کے بیٹے کو شہید کر دیا اُس وقت اُنھیں خیال نہ آیا اور اَب یہ مکھی مارتا ہے احرام کی حالت میں اور یہ مسئلہ مجھ سے پُوچھ رہا ہے اس سلسلے میں مَیں نے کچھ حالات عرض کیے تھے ۔ بنو اُمیّہ کے بھی اور یہ کہ اُن کی خدمات کیا تھیں اور یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کو نامزد کرنا چاہا تو اس کے اسباب کیا تھے ؟ تو کیونکہ یہ سارے کے سارے کافی عرصہ سے حکومت کرتے چلے آئے تھے ۔ فتوحات کرتے آئے تھے اس بناء پر اُن کا خیال یہ تھا کہ میرے بعد کوئی ایسا آدمی ہو جو اسی خاندان کا ہو وہ امیر منتخب کیا جائے وہ بہتر رہے گا ، ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کی بات نہ مانیں اور اگر بات نہ مانی گئی تو فساد ہو گا ، حکومت قائم نہیں رہ سکے گی ۔ لہٰذا اُنھوں نے دَورہ کیا تین علاقے ایسے تھے جہاں کے لوگوں نے اس بات

کی صراحتاً مخالفت کی ہے کہ آپ اپنی جگہ یزید کو قائم مقام رکھیں انہوں نے تمام نزاکتوں کا خیال بھی رکھا اور اُن شہر والوں کو آمادہ بھی کرنا چاہا اور اُن شہروں میں پہلے سے جو وہاں کے گورنر تھے امراء تھے اُنہوں نے بھی اُن لوگوں کو آمادہ کرنا چاہا تھا لیکن مدینہ منورہ میں اختلاف ہُوا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی اور حدیث میں نہیں تاریخ میں البتہ ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ یہ تو ہرقل کا دستور تھا کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو ہمارا نہیں ـــــــ مروان نے جو اس وقت وہاں کا امیر تھا کہا کہ انہیں پکڑو وہ چھپ گئے گھر میں چلے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے، پھر مَیں نے وہ تفصیل سُنائی کہ بعد میں وہ جارہے تھے عمرہ کے لیے تو اُن کی وفات ہوگئی تو یزید کو نامزد کرنا ان لوگوں نے قبول نہ کیا مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے مشیر حضرات جو تھے اُن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کوئی اور اگر آگیا تو وہ حکومت نہیں چلا سکے گا۔ بہرحال یزید کو اُنہوں نے نامزد فرما دیا اور مصلحت اس کی تفصیل کے ساتھ میں بیان کرچکا ہوں کہ وجوہات یہ تھیں اور وہ وجوہات بھی معقول ہیں۔

یزید کے امیر بننے کے بعد حالات

لیکن یزید کے امارت سنبھالنے کے بعد پھر حالات زیادہ خراب ہوگئے اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کا باپ بہت بڑا آدمی ہو اُس سے اس کو جائداد، وراثت، مال اس طرح کے منافع پہنچنے کی اُمید ہو تو جو مزاج باپ کا ہوگا جو چیز باپ پسند کرتا ہوگا بیٹا اس کے سامنے وہی شکل اختیار کرکے آئے گا اصل طبیعت جو اُس کی ہے وہ اُس کے ساتھی بے تکلف دوست احباب یہ جان سکتے ہیں باقی جو دوسرے لوگ ہیں بڑے اُن کے سامنے تو وہ اچھا ہی بن کر آئے گا اور اگر بُرا ہو تو اپنی اچھائی اور مختلف انداز سے زیادہ سے زیادہ پہنچانے کی کوشش کرے گا تاکہ میری طرف سے بُرائی ذہن میں آنے ہی نہ پائے، آئی بھی ہو تو بھول جائے اس طرح یہ بھی کرتا رہا۔

حضرت معاویہؓ کو یزید کی خرابیوں کا اندازہ نہ تھا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یقیناً یہ انداز نہیں تھا کہ یہ آزاد طبع ہے اور تھا آزاد طبع اور کبھی کبھی ایسے ہوتا ہے کہ ذمہ داری پڑنے پر آدمی ٹھیک ہوجاتا ہے اور چھوٹنی پڑجاتی ہیں اُس کو تمام چیزیں جن کا وہ لاابالی پن میں عادی ہوتا ہے مگر یہاں ایسا نہیں ہُوا۔

مدینہ منورہ کے تحقیقاتی وفد کی شام آمد اور تاثرات

اِدھر یہ ہُوا کہ اسی طرح کی افواہوں کی بناء پر معلومات کرنے تحقیقات کرنے مدینہ منورہ سے ایک وفد شام آگیا اُنھوں نے آکر بڑے عجیب عجیب بیانات دیے اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ بہت بے پروا آدمی ہے دینی معاملات میں سستی کرتا ہے اور وہ شراب بھی پی لیتا ہے ایسے آدمی کے اُوپر اہلِ مدینہ متفق نہیں ہوسکتے تھے۔

دونوں جگہوں کے بارے میں حضرت انسؓ کی رائے

یہ بات صحیح بھی ہے اس واسطے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو بہت بعد تک حیات رہے سن سو سے زیادہ تک حیات رہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا تو وہ اپنی آخری حیات میں مدینہ منورہ آئے ہیں تو اُن سے لوگوں نے پُوچھا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ وسلّم کے زمانے سے لے کر اب تک آپ کو یہاں کیا فرق نظر آیا ہے کیونکہ دولت تو وہاں پہنچ چکی تھی حکومت کا دارالخلافہ رہا ہے کافی عرصہ تک تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے یہاں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی جو کچھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں تھا جس طرح تھا بالکل اُسی طرح ہے بسوائے اس کے کہ نمازوں میں صفیں دُرست نہیں کرتے یہ تبدیلی اُنھوں نے دیکھی۔ اُدھر ایسے ہُوا کہ بہت بعد کی بات ہے یہ بھی ۷۵ھ کے بعد کی بات ہے کہ وہ تشریف لے گئے وہاں شام میں وہاں جاکر دیکھا تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہاں کوئی چیز وہ نظر نہیں آرہی جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے میں ہُوا کرتی تھی۔ اتنی زیادہ تبدیلی آئی وہ ملک دوسرا تھا وہاں کی بُود و باش دوسری تھی اس کے اثرات کچھ یہاں وہ چیز نظر ہی نہیں آرہی اور بس ایک نماز رہ گئی اور نماز بھی تم ایسے ایسے وقت گزار کر پڑھتے ہو یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ۷۵ھ کے بعد کی بات ہے اور اُس سے پہلے بہت پہلے۔

حضرت ابو درداءؓ کی رائے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب گھر میں داخل ہُوئے اور اُن کی طبیعت ایسے تھی جیسے کسی چیز پر خفگی ہو ایسی کیفیت تھی مغضبًا تو اُن سے اُن کی بیوی نے پُوچھا کہ کیا بات ہے ؟ تو اُنھوں نے کہا کہ دیکھو ایک نماز ہی رہ گئی تھی اور یہ بھی اس طرح ٹلا ٹلا کر وقت مکروہ کر کے پڑھتے ہیں تو اس پر طبیعت اُن کی کبیدہ ہوئی۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات کی بات ہے اُن کی (حضرت ابو الدرداءؓ) کی وفات دیر میں نہیں ہُوئی ہے[1] پہلے ہُوئی ہے تو کہنا یہ چاہتا ہوں کہ

---

[1] ۳۲ھ میں جبکہ حضرت معاویہؓ کی وفات ۶۰ھ میں ہُوئی ہے محمود میاں غفرلہٗ

شام کا جو علاقہ تھا وہ ایک صوبہ کے درجہ میں تھا اب اگرچہ ملک بن گیا تو اُس صوبے کی حالت اور مدینہ منورہ کی حالت میں بڑا فرق تھا مدینہ منورہ میں عمل بہت رہا ہے بہت دیر رہا۔

اہلِ مدینہ کے لیے امام مالکؒ کی رائے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کی پیدائش خاصی بعد کی ہے اُس صدی کے اختتام کے قریب کی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مضمون کی حدیث آرہی ہو صحیح السند اور اُس مضمون کے خلاف مدینہ منورہ والوں کا عمل ہو تو مَیں مدینہ منورہ کے عمل کو ترجیح دوں گا کیونکہ یہاں باعمل عُلماء مسلسل چلے آرہے ہیں۔

مثال سے وضاحت نیز امام ابویوسفؒ کی فقاہت

ایک چیز میں اختلاف ہوگیا پیمانے (صاع) میں کہ یہ کتنا بڑا ہے آٹھ رطل کا ہونا ہے یا پانچ رطل اور ایک تہائی کا ایک صاع ہونا ہے تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے دَور میں گئے وہاں اور یہ ایک سَو پچاس ۱۵۰ھ کے بعد کی بات ہے تو وہاں اُنھوں نے گفتگو کی اہلِ مدینہ سے۔ اہلِ مدینہ نے کہا کہ مناظرہ کے انداز میں ان سے گفتگو کرنے میں جیتنا مشکل ہے تو پھر اُنھوں نے کہا کہ ہم ایسا کریں گے کہ آپ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے کے جو رطل رکھے ہُوئے ہیں جو صاع رکھے ہُوئے ہیں وہ لاکر دکھائیں گے تو اُنھوں نے وہ صاع لاکر دکھائے تو پھر اُنھوں نے سمجھ لیا کہ یہ رطل کا فرق ہے صاع ایک ہی ہے اتنا ہی اُس صاع میں آتا ہے رطل جو ہے وہ کہیں کا چھوٹا ہے اور کہیں کا بڑا ہے اور کُوفہ کا رطل چھوٹا تھا تو آٹھ رطل آتے تھے ایک صاع میں اور مدینہ منورہ کا رطل بڑا تھا تو وہ پانچ رطل اور ایک تہائی رطل ملاکر ایک صاع ہوتا تھا وہاں بہت سی چیزیں ایسی تھیں تو مدینہ منورہ والوں کو یزید کی روش بُری لگی، کیونکہ وہاں کی حالت بالکل اور تھی عمل میں یہاں کی حالت بالکل اور تھی عمل میں تو اُنھوں نے پسند نہیں کیا اس کا امیر ہونا پھر وہ (اہلِ وفد) وہاں ٹھہرے تو اُنھوں نے غفلت دیکھی کئی چیزوں میں نمازوں میں غفلت دیکھی اور جو نشے کی بات آتی ہے وہ بھی دیکھی۔

نبیذ، اہلِ عرب، نشہ

اور نشے کا معاملہ ایسے ہے اصل میں کہ عرب لوگوں کی ایک عادت چلی آرہی ہے نبیذ پینے کی نبیذ کا مطلب ہے کہ کھجوریں پانی میں بھگودی جائیں اور پانی مٹی کے برتن میں ہو تو پانی گرمیوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور کھجوروں کی وجہ سے میٹھا بھی ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم استعمال فرماتے تھے اس طرح کہ صُبح بھگودی تو شام کو وہ پی لیا پانی، شام بھگودی گئی صُبح

کو پی لیا پانی لیکن بعض صحابہ کرام اس سے زیادہ دیر کی بھگوئی ہُوئی بھی پیتے تھے تو زیادہ دیر گزرنے پر اس میں ایک طرح سے جوش پیدا ہو جاتا ہے وہ جوش نشہ کا کام کر دیتا ہے تو اب ایک آدمی جو عادی ہو گیا ہو، اُسے نشہ نہیں ہوتا جو عادی نہ ہُوا ہو اس نبیذِ شدید کا اگر وہ پی لے گا تو اُسے نشہ ہو جائے گا اور یہ (نشہ کے) واقعے نبیذ کی وجہ سے میرا اپنا تجزیہ اور گمان جہاں تک ہے بہت زیادہ ہوتے ہوں گے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ہی شراب پر حد لگائی گئی اس سے بہتر زمانہ نہیں ہو سکتا کوئی اور نہ ہو گا۔

ایک صاحب[1] نعیمان یا ابن نعیمان تھے اُن کو لایا جاتا تھا ایک دفعہ لائے پھر دوسری دفعہ لائے۔

ابتداء میں نشہ پر حد کی صُورت

پھر جو لوگ کمرہ میں موجود تھے اُنھیں حکم دیا گیا کہ ان کی پٹائی کرو کسی نے چادر ماری، کسی نے رومال مارا، کسی نے جُوتا مارا، کسی نے چھڑی ماری بس اس کی حد گویا یہ ہوتی یعنی ایک طرح سے ذلیل کرنا۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ جرم سے روک دیا جائے۔ دوبارہ پھر ان صاحب کے ساتھ ایسے ہی ہُوا اور کسی نے ان کو بددُعا دے دی لعنت کی تو آپ نے منع فرمایا کہ لعنت کے لفظ مت استعمال کرو یہ تو تم گویا اس طرح شیطان کی مدد کر رہے ہو ایسے الفاظ مت استعمال کرو تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ایسی چیز پیش آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور نشہ کی حد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ وہ بحرین کے عامل تھے شکایت ہُوئی کہ یہ نشہ کرتے ہیں تو اُن کو بُلوا لیا بُلوا کر اُن سے پُوچھا اب وہ بڑے آدمی تھے اہلِ بدر میں سے تھے اہلِ بدر بہت ہی تھوڑے تھے اور ان کے برابر دوسرا کوئی ہے ہی نہیں سوائے عشرہ بشرہ کے بُلوایا پُوچھا گیا معلومات کیں اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں پیتا تھا اس واسطے کہ آیت میں یہ آیا ہے ساتویں پارے میں ہے یہ آیت لیس علی الذین اٰمنو وعملو الصالحات جناح فیما طعموا کوئی حرج نہیں ہے جو لوگ ایمان قبول کریں نیک کام کریں جو بھی وہ کھالیں اذا ما اتقوا و اٰمنوا و عملوا الصالحات ثم اتقوا و اٰمنوا ثم اتقوا و احسنوا جب وہ تقوٰی اختیار کرے ایمان پر قائم رہے اور پھر بار بار تقوٰی پر ہی عمل کرتے رہے

---

[1] بخاری شریف ص۱۰۰۲ جلد ۲

اور اچھے کام کریں مَیں نے تو کوئی بُرا کام نہیں کیا لہٰذا میرے اُوپر تو کوئی اعتراض ہو نہیں سکتا۔ اس آیت سے یہ اُنھوں نے استدلال کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھیں اس آیت کی تفسیر میں غلطی لگی ہے اس آیت کی تفسیر میں غلطی کر رہے ہو اگر تقوٰی اختیار کرتے تو پیتے ہی نہ اتنی کہ نشہ ہوتا۔ لو اتقیت لاجتنبت اخطئت فی تاویل اس کی توجیہ میں تم سے غلطی ہوئی ہے تو یہ سمجھے ہو کہ پینے کی اور کھانے کی اجازت ہے یہ بات نہیں بلکہ اگر تقوٰی ہوگا تو وہ کھائے گا ہی نہیں اور نہ پیئے گا انھیں حد لگانے کا حکم دے دیا وہ بیمار ہو گئے تو حد مؤخر کر دی گئی قاعدہ یہی ہے کہ حد مؤخر کر دی جائے انھیں خیال آیا کہ اگر مَیں اسی حالت میں انتقال کر گیا اور اِن کو مَیں نے حد نہ لگائی تو خدا کے ہاں کیا جواب دوں گا تو حد لگا دی۔

خفگی اور خواب

اس پر وہ خفا ہو گئے ناراض ہو گئے وہاں کچھ دنوں کے بعد حج کا وقت آیا وہاں سے واپس آ رہے تھے واپسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ صالحِ قدامۃ فانہ اخوک یا اخاک کہ قدامہ سے تم صلح کرو وہ تمہارے بھائی ہیں تو اُن کو بُلوایا اور بُلوا کر اُن سے صفائی کی اس وقت اُنھوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہُوئی جو مَیں نے حد لگائی تھی تمھیں، بیماری کے باوجود کہ میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ مَیں خدا کے ہاں کیا جواب دُوں گا۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وجدت من عبید اللہ ریح شراب عبید اللہ سے مجھے شراب کی بُو آتی ہے اپنے بیٹے کے بارے میں کہا انا سائل عنہ مَیں اس سے اس کے بارے میں پُوچھوں گا۔

اس کے بارے میں پُوچھوں گا پُوچھ گچھ کروں گا اس سے تحقیق کروں گا۔

فان کان یسکر جلدتہ اگر وہ نشہ کرتا ہے نشہ کا عادی ہے یا نشے کی حد تک اُس نے پی ہے تو مَیں اس کے کوڑے لگاؤں گا۔

نبیذ شدید اور احتیاط

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تیز نبیذ پیتے تھے تو اُن کے برتن سے ایک آدمی کو پیاس لگی ہُوئی تھی پانی نہیں تھا اُس نے نبیذ پی لی اُسے نشہ ہو گیا اسے حد لگا دی اُنھوں نے کہا کہ جناب کے برتن سے مَیں نے پی تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ تُونے کیا کیا تُونے تو نشہ کیا ہے برتن میں سے پانی تھوڑا ہی پیا ہے ایک نبیذ ایسی چیز تھی عجیب سی کہ جس میں ذرا سی غفلت ہو جائے تو نشہ کر سکتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں تو کبھی بھی نہیں سُنا ہو گا کہ نشہ

ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں ابنِ عمر رضؓ انھوں نے دعوت کی اور دعوت کے بعد اُن کو نبیذ پلائی اگلے دن ایک مہمان نے شکایت کی آپ نے نبیذ جو پلائی تھی ما کدت اھتدی الطریق تو مجھے راستہ نہیں ملتا تھا تلاش کرتے رہے ایسے ہُوا اُن کے ساتھ۔

پینے سے پہلے اندازہ کیا جا سکتا ہے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمل

تو اصل میں ذائقہ سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ کیسی ہے تو ذائقہ سے محسوس کرنی چاہیے اور رُکنا چاہیے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک دفعہ نبیذ لائی گئی تیز تھی آپ نے اُس کے برتن کا ڈھکن ہٹایا تو اُس میں سے تیزی آئی تو آپ نے تیزی محسوس فرماتے ہُوئے مُنہ بسور لیا اور ایک دم پیچھے ہٹا دی، پھر فرمایا اس میں پانی ملاؤ پانی ملایا گیا پھر آپ نے اس کو استعمال فرمایا۔

حضرت عثمان رضؓ نے بھائی کو حد لگوائی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں وہ جو کوفے میں اُن کی طرف سے بھائی تھے ولید اُنھوں نے پی لی تھی، نبیذ ہی پی ہوگی بظاہر یہ ہے زیادہ پی لی ہوگی نشہ ہوگیا تو فجر کی نماز پڑھائی۔ ایک رکعت کے بعد کہنے لگے کہ اور پڑھاؤں لوگ کہنے لگے کہ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں پھر محسوس کیا کہ یہ تو نشے میں ہیں تو یہ شکایت کی گئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ نے بُلوا کر حد لگوائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وہ بھائی بنتے تھے۔

اُن پر بے جا اعتراض

اُن پہ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ ولید کو حد لگانے میں دیر لگائی۔ دیر اس لیے لگائی کہ تحقیق کرتے تھے بغیر تحقیق یہ کام نہیں ہُوا کرتا۔ اُنھوں نے کوئی چھوڑ تو نہیں دیا تھا۔

حضرت علی رضؓ کا عمل

پھر ایسے ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے کی بات ہے کہ اُنھوں نے دعوت کی لوگوں کی کھانا کھلایا پھر نبیذ پلائی، نبیذ پلائی تو ایک آدمی کو نشہ ہوگیا جب نشہ ہوگیا تو اُسے پکڑ کر حد لگائی وہ کہتا ہے جناب یہ کیا کام کرتے ہیں بُلاتے بھی آپ ہیں پلاتے بھی آپ ہیں پھر حد بھی لگاتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ اتنی تم نے پی کیوں اگر تیز ہے تو تھوڑی پی لو وہ تو ذائقہ سے پتا چل جاتا ہے تیز ہے تو تھوڑی پیو۔ جب عادی نہیں ہے تو پھر اِن چیزوں کا خیال رکھے یہ اُس کا فرض ہے لیکن اگر نشہ کی حد تک پہنچ جائے گا پھر تو نہیں بچ سکتا تو حد لگا دی تو یہ چیزیں تھیں وہاں

جب ایسے تھا تو یزید کی کیا حیثیت

اور یزید کے بارے میں اگر نشے کا ذکر آجاتا ہے تو پھر آپ کے سامنے مَیں نے اتنے بڑے بڑے حضرات کا ذکر کیا ہے کہ ان کے مقابلے میں یزید کوئی چیز ہی نہیں تو اتنے لوگوں کے واقعات اس طرح کے ہوتے رہے ہیں تو عین ممکن ہے یہ کہ جس دن وہ مدینہ منورہ کا وفد آیا اُن دنوں میں اُس نے ایسی کوئی حرکت کی ہو زیادہ پی لی ہو نبیذ پھر نشہ ہوگیا ہو یا غلطی سے ہوگیا ہو انھوں نے جو رپورٹ دی ہے جا کہ وہ یہ ہے۔

اہلِ مدینہ کا ردِّ عمل

اَب مدینہ منورہ والوں نے کہا کہ ایسے آدمی سے بیعت کر کے غلطی کی ہم تو بیعت توڑتے ہیں تو بیعت توڑ دی اور جتنے بنو امیّہ کے رشتہ دار تھے یہاں سب سے کہا نکل جاؤ ان نکلنے والوں میں مروان بھی تھا ان نکلنے والوں میں یزید کی طرف سے مامور کردہ بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس کو مامور کیا تھا وہ گورنر بھی تھا ان کا رشتہ دار سب کو نکال دیا ایک کو بھی نہیں رہنے دیا اس پر اُسے غصّہ آیا یہ واقعہ ہُوا ہے ۶۳ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جو شہادت ہُوئی ہے وہ ۶۱ھ میں ہُوئی ہے وہ میں پھر عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے۔ (آمین)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفِیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

اعمالِ صالحہ کی دعوت

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مُسلمانوں کو رفعت اور عزّت دی حکومت اور دولت سے نوازا، عرب و عجم کو ان کے تابع کر دیا لیکن اُنھوں نے قدر دانی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گناہوں میں خرچ کیا۔ فرائض و واجبات ترک کیے۔ تن آسانی اور نفسانی لذّتوں اور شہوتوں میں پڑ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع چھوڑ دی، خلفائے راشدینؓ کے طور و طریق سے دُور ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمالی۔ حکومتیں چھین لیں، گناہوں کی وجہ سے مصیبتوں میں مُبتلا کر دیا۔ مُسلمان غور کریں کہ ان کی حکومتیں کہاں کہاں تھیں۔ کیا قرطبہ کی جامع مسجد آواز نہیں دے رہی ہے کہ مجھے دُشمنوں سے چھڑاؤ؟ کیا دہلی کی جامع مسجد اور لال قلعہ تمہیں نہیں پُکار رہے ہیں کہ تم نے ہمیں کس شان سے بنایا تھا اور اب ہم کس کے زیرِ اقتدار ہیں؟ کیا اجودھیا کی مسجد تم سے سوال نہیں کرتی جو بابر کے نام سے موسوم ہے کہ مُسلمانو! تم نے مجھے بے یار و مددگار کیوں چھوڑا، بُت کے پُوجنے والوں کو مجھ پر کیوں مسلّط ہونے دیا؟

اہلِ شرک، اہلِ توحید پہ غالب ہو جائیں جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں یہ بظاہر بڑے تعجب کی بات ہے لیکن قرآنی قانون سامنے رکھ کر سوچا جائے تو کچھ بھی تعجب نہیں

جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بڑھ جاتی ہے تو لوگ بہت سی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ (ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر دُشمن مسلّط کر دیے جاتے ہیں)

بعض لوگوں کے سامنے جب یہ مضامین پیش کیے جاتے ہیں تو وہ اُن کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر مصیبت آئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ فلاں ملک اور فلاں جگہ

کے لوگوں پر وہ مصیبت کیوں نہ آئی جو ہم پر پہنچی۔ وہ بھی تو ہمارے ہی جیسے گناہ گار ہیں؟ یہ بالکل فضول سوال ہے۔ بھلا کیا یہ ضروری ہے کہ سب پر اور سب جگہ بیک وقت مصیبت آئے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سب ایک ہی قسم کے مصائب میں مُبتلا ہوں۔ وقتاً فوقتاً اور نوبت بہ نوبت ہر ملک اور ہر علاقے میں انفرادی و اجتماعی مصیبتیں آتی رہتی ہیں جو متنوع اور مختلف ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ کئی ممالک بیک وقت کسی ایک ہی مصیبت میں گھیر دیے جاتے ہیں، زلزلے آنا، سیلاب سے تباہ ہونا، بارش بالکل نہ ہونا یا بہت زیادہ ہوجانا، ٹڈی دل کے حملوں سے کھیتوں کا اُجڑ جانا، بادو باراں کا طوفان آجانا، ریلوں کا لڑجانا، ہوائی جہازوں کا گرنا، حکومتوں کا زیر و زبر ہونا۔ وبائی امراض ہیضہ، طاعون، چیچک، انفلوئنزا، ملیریا وغیرہ کا پھیلنا یہ سب ایسی مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں جو تمام ملکوں میں پیش آتی رہتی ہیں۔

کسی کے ذہن میں شاید یہ وسوسہ آجائے کہ ظاہری اسباب کو ترک کرنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے ایسا سمجھنا غلط ہے۔ دفع مصائب کے لیے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اسبابِ ظاہرہ اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض مواقع میں فرض کے درجے میں ہوجاتا ہے۔ تدابیر تو سبھی اختیار کرتے ہیں لیکن چونکہ سب سے بڑی تدبیر احکامِ خداوندی کا پابند ہونے اور اس کی نافرمانیوں کو چھوڑنے سے باز رہنے میں ہے، اس لیے ظاہری تدبیریں ناکام ہوجاتی ہیں اور اگر کسی صُورت سے کامیابی ہُوئی تو دوسری کوئی مصیبت سامنے آجاتی ہے۔

افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں پہ امن وچین اور خیر و برکت کا مدار رکھا ہے ان کے متعلق ہمارے تصوّر میں بھی یہ نہیں آتا کہ اُن کو اختیار کریں۔ دُنیاوی تدابیر و اسباب خُوب اختیار کرکے دیکھ لیے مگر مصائب و مشکلات میں بجائے کمی کے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اب نہیں معلوم کس چیز کا انتظار ہے جو خالق کے حضور جھکتے نہیں ہیں۔

جس کے دل میں اسلام کی محبّت ہو اور جو اسلام کی عظمت و رفعت کا متمنی ہو اس پر لازم ہے کہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر عمل کرنے کو مقصدِ زندگی بنالے۔ اسی طرح دُنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی و کامرانی حاصل ہوسکتی ہے۔ ہم نے اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کو ناخوش کرکے اپنے کیے کا پھل پالیا۔ اس سے مُنہ موڑ کر اس کو ناراض کرنے کا انجام بھگت لیا۔ اَب پھر اس کے حضور میں جھکیں۔

اپنی غلطیوں پر نادم ہوں۔ اپنے خُدا کو منالیں۔ اس کے پکّے اور سچّے پرستار بن جائیں۔ اس کے احکام پر عمل کریں۔ اس کے دین کو فروغ دیں۔ اسلام کی شان کو باقی رکھنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگادیں۔ اپنے اسلاف کی روایاتِ پارینہ کو پھر تازہ کردیں پھر وہ دن دُور نہیں رہے گا کہ کھویا ہوا وقار ہاتھ آجائے۔ پریشانی و پریشان حالی خوش حالی میں تبدیل ہوجائے۔

یُوں کہنے والے تو بہت ہیں کہ یہ سب پریشانیاں اور مصیبتیں ہمارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ صرف گناہوں کے اقرار کرلینے سے مصیبتوں اور تکلیفوں کے دُور ہوجانے کا خواب سراسر بے وقوفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف زبانی ہی باتیں ہیں۔ اس قسم کی باتیں بنانے والے شاید اپنی ذات کو نیک سمجھتے ہیں اور دوسروں کو مجرم گردانتے ہیں، حالانکہ انسان کو سب سے پہلے نفس کی خبر لینی چاہیے۔ اقرار کے ساتھ بُرے اعمال کا چھوڑنا بھی ضروری ہے۔ ہم احکم الحاکمین کے احکام کی برابر خلاف ورزی کرتے رہیں اور امن و امان، راحت و چین کی بھی آرزو رکھیں، یہ محض خیالِ خام ہے۔ خود نافرمانی میں سرگرم رہیں اور اللہ سے رحم و کرم کا مطالبہ کریں، گویا خُدا کے ذمّے صرف رحم و کرم ہے مگر ہمارے ذمّے گناہ کرلے کے سوا کچھ نہیں۔

ترکی میں جب سے زلزلہ آیا ہے لوگوں میں اس کا چرچا ہے اور یہ بات زبانوں پر آرہی ہے کہ یہ ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن گناہ چھوڑنے کو پھر بھی تیّار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تُرکوں کو اتنی ترقی دی اور اتنا نوازا کہ دُنیا کی سب سے بڑی مملکت اُن ہی کی تھی۔

متحدہ ہندوستان میں اور برما میں مغلوں کا راج تھا اور تُرکوں کے اپنے ملک میں اور اُن کے آس پاس کے ممالک میں قبرص میں، سوریا میں، فلسطین میں، حجاز میں، اُن کا ہی اقتدار تھا۔

چار سو سال تو حجاز میں اُن کی حکومت تھی، لیکن جب دُشمنوں نے مصطفیٰ کمال کو تھپکی دی اور اسلام و اسلامیات کے خلاف اُبھارا تو سارے ممالک ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور مختصر سا ملک اُن کے ہاتھ میں رہ گیا۔ ان کی بے ہوشی کا یہ عالم ہے کہ دین، دینیات سے دُور رہنے کو کمال سمجھتے ہیں۔ ایمانیات میں کمال نہیں سمجھتے۔ دُشمنوں کے طور طریق اختیار کرنے اور اُن کی طرح شکل و صورت بنانے بلکہ اسلام کے خلاف قوانین پاس کرنے کو ہُنر سمجھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جب مصطفیٰ کمال کا نیا نیا انقلاب آیا تو عُلمائے اسلام کو کشتی میں ڈال کر ڈبو دیا تھا اور قرآن کا رسم الخط انگریزی کر دیا تھا۔ عربی میں اذان دینے سے روک دیا گیا تھا اور اُن

کے بعد سے دین سے بے زاری ہی ہے۔ تھوڑے سے افراد جنھیں دین اور دین داری کا خیال ہے اُن کی صورتیں بھی میں نظر آجاتی ہیں جن لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار ہے ان کا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف قانون بناتے رہتے ہیں، حال ہی میں ترکی کے فوجی جنرل حسین کا بیان نشر کیا گیا ہے جس میں اس نے کہا کہ اگر ہمیں اسلام پسندوں سے ایک ہزار سال بھی لڑنا پڑا تو ہم لڑیں گے۔ انھوں نے پارلیمنٹ پر زور دیا کہ وہ سیاست میں اسلام کو استعمال کرنے کے خلاف سخت سے سخت قوانین بنائے۔ (بحوالہ روزنامہ اردو نیوز ۵ ستمبر ۱۹۹۹ء)

یاد رہے کہ یہ بیان زلزلہ آنے کے بعد دیا گیا ہے۔ یہ اسلام پسندوں سے لڑنا اسی لیے تو ہے کہ اسلام کے احکام اور قوانین سے اُن کو ضد اور عناد ہے۔

دو ہفتے پہلے جدہ کی تبلیغی جماعت کے احباب ترکی میں گشت کر کے آئے تھے۔ احقر سے ملاقات ہوئی تو بتایا کہ وہاں پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا ہے کہ بارہ سال کی عمر سے کم والا کوئی بچہ قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اس پر عمل کرنے سے مسلمان بچوں کا کیا حال ہوگا۔ آٹھ سال سے لے کر بارہ سال کی عمر تک بچہ حافظ قرآن ہو جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حفظ کا جو سلسلہ تھوڑا بہت ہے وہ بھی بند ہو جائے اور بارہ سال کا بچہ جو گزشتہ چھ سال سے دُنیاوی چیزوں میں لگ چکا ہو۔ اب قرآن میں کیسے لگے گا بہت سے بہت دس فیصدی افراد ناظرہ قرآن شریف پڑھ لیں گے اور ترکی کا یہ واقعہ تو ابھی دو ماہ پہلے گزرا ہے کہ ایک پردہ دار عورت انتخابات میں کامیاب ہوگئی تو پردہ کرنے کی وجہ سے اسے پارلیمنٹ میں آنے سے روک دیا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ لوگ یوں بھی نہیں کہتے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں پھر قرآن سے اور اسلامی احکام سے دشمنی بھی ہے۔

ایک ترکی ہی کیا، لیبیا، سوریا، الجزائر میں دینی مدارس ختم کر دیے گئے ہیں۔ پرانے علماء اور مشائخ جو رہ گئے ہیں، مسجدوں میں کچھ پڑھا دیتے ہیں۔ اب دشمنانِ اسلام چاہتے ہیں کہ جن ملکوں میں دینی مدارس اور علمائے کرام ہیں اُن کو بھی ختم کر دیا جائے۔ اس وقت دشمنوں کی نظر سب سے زیادہ پاکستان پر ہے۔ پاکستان میں الحمد للہ بڑے چھوٹے مدارس اسلام کے قلعے موجود ہیں۔ علما بھی کثیر تعداد میں ہیں حق گو ہیں۔ ہمت اور حوصلے سے بات کرتے ہیں۔ اسلام اور احکام اسلام کے خلاف جو بولتا ہے اُس کی آواز دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا وجود دشمنوں کو کھلتا ہے۔ کبھی بنیاد پرست کہہ کر ان کو بدنام کرتے ہیں اور کبھی دہشت گرد کہہ کر لوگوں کو اُن سے ڈراتے ہیں اور اُمت کے عام افراد کو اُن سے دُور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

تقریباً دو سال پہلے الجزائر کا ایک طالب علم میرے پاس حدیث پڑھنے آتا تھا۔ ایک عرصے کے بعد وہ اپنے وطن گیا۔ کچھ دن کے بعد معلوم ہُوا کہ وہ واپس آگیا، لیکن نہ ملنے آیا نہ پڑھنے۔ میں نے وجہ معلوم کی تو بتایا گیا کہ جب وہ اپنے وطن کے بارڈر پر پہنچا تو زبردستی وہاں کے قانون کے مطابق اس کی ڈاڑھی مونڈ دی گئی۔ لہٰذا وہ سامنے آنے سے شرماتا ہے۔ افسوس ہے ملک مُسلمانوں کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صُورت شریفہ سے نفرت۔ کیا یہی ڈھنگ ہے مُسلمانی کا۔ کیا داڑھی کی دُشمنی کے لیے مُسلمان رہ گئے ہیں؟ ڈاڑھی سے تو ہندوستان یورپ اور امریکہ میں بھی دُشمنی نہیں ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مُسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود اسلام سے کٹتے ہیں اور اسلام کے قوانین سے جان چراتے ہیں۔ یہ عجیب قسم کی مُسلمانیت ہے۔ کوئی شخص دُنیاوی حکومتوں کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس پر مقدمہ چل جاتا ہے، جیل میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے قوانین کی بغاوت کو سوسائٹی کے احباب و اصحاب، ماں باپ، قبیلوں کے سردار، اصحاب اختیار و اقتدار سب برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔

جو لوگ اقتدار اعلیٰ پر پہنچ جاتے ہیں وہ دُشمنان کو راضی رکھنے کی تو کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ذرا بھی فکر مند نہیں ہوتے اور فکر آخرت سے آزاد ہو کر جانتے بُوجھتے اسلام کے خلاف زندگی گزارتے ہیں اور دُشمنانِ اسلام کے بنائے ہُوئے قوانین کو مُسلمانوں کے ملکوں میں رائج کرتے ہیں۔ فرائض کا اہتمام نہیں کرتے۔ محرکات کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ اسلام نے ہر چھوٹے بڑے کو پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو ڈرتے اور روتے تھے کہ ہم سے خلافت کا حق ادا نہیں ہُوا۔ حکمرانوں کو آخرت کی باز پُرس کو سامنے رکھنا لازم ہے۔

صاحب اقتدار بن جانا بہت بڑی ذمّہ داری کی بات ہے۔ اس میں ملک کے سارے باشندوں کی دُنیا و آخرت کی فکر کرنا ضروری ہے۔ یہ کوئی ناناجی کے

سورۃ الحج میں فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ

ترجمہ: یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم دُنیا میں اُن کو حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز قائم کریں

اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت میں اصحاب اقتدار کے چار کام ذکر فرمائے ہیں۔ کام تو بہت سے ہیں لیکن خصوصیّت کے ساتھ ان چار کاموں کا جو حکم فرمایا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کا اہتمام کرنے سے تقریباً تمام فرائضِ اسلامیہ پر عمل ہوسکتا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو اقتدار مل جائے وہ نماز قائم کریں، خود بھی نماز کی پابندی کریں اور اپنی رعیّت اور ماتحتوں اور گورنروں سے اور کام کرنے والوں سے بھی نماز پڑھوائیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اپنے گورنر کو لکھ بھیجا تھا۔

"بلاشُبہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی وہ اپنے دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ اس کے علاوہ دین کے دوسرے احکام کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا"۔[1]

دیکھو، امیرالمؤمنین اپنے گورنروں کو یہ خط لکھ رہے ہیں کہ اہل اقتدار کا سب سے اہم کام نماز قائم کرنا ہے۔ حضرات خلفائے راشدین نہ صرف یہ کہ جماعت سے نماز پڑھتے تھے بلکہ مسجد میں حاضر ہوکر نماز خود پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی دیتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں اہلِ اقتدار کی یہ صفت بھی بیان کی کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اصحاب اقتدار پر لازم ہے کہ حرام مال سے، غصب اور خیانت سے رشوت لینے سے بچیں اور جو حلال مال اپنی ملکیت ہو شرعی اُصول کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کیا کریں۔

اصحابِ اقتدار کی صفات بیان کرتے ہو

وَ اَمَرُوْا بِالمعروف وَ نَهَوا عَنِ المنکر بھی فرمایا۔

اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ ان دونوں اوصاف سے تو دَورِ حاضر کے تقریباً سب ہی اصحابِ اقتدار خالی ہیں جب اصحابِ اقتدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کریں گے تو اُن کے عوام میں دین کیسے قائم ہوگا لامحالہ گناہ عام ہوں گے، حرام چیزیں عام ہوں گی، حرام

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۹

اعمال عام ہونگے فرائض و واجبات متروک ہوں گے، پھر ان گناہوں کی سزا میں چھوٹے بڑے سب ہی گرفتار ہوں گے۔ بُرے اعمال دُنیا میں وبال ہیں اور آخرت میں بھی۔ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر چھوڑنے پر مستقل وعید بھی وارد ہُوئی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ اُن کے چھوڑنے پر عذاب آئے گا اور اس وقت دُعا کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

سورۂ اعراف میں گزشتہ چند قوموں کی بربادی کا ذکر فرما کر ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

ترجمہ: "اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور (ہم سے) ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن اُنھوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلادیا، للٰذا ہم نے اُن کو اُن کے (بُرے) اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا"۔

ہم لوگ اگر اعمال صالحہ سے آراستہ ہوں اور امانت، دیانت، سچائی، اطاعتِ خداوندی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کو مقصدِ زندگی بنالیں اور گناہوں سے پرہیز کریں اور دوسروں کو گناہ سے روکیں تو حالات بدل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی آغوش میں آجائیں گے۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

اسلام، ایمان اور ان میں فرق

سیّد علی ہجویری یونیورسٹی گلبرگ کی انتظامیہ اور ہجویری اسلامک سوسائٹی کے زیرِ اہتمام گزشتہ ماہ ۲۱ فروری کو جناب مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو اسلام، ایمان، عملِ صالح پر بیان کی دعوت دی گئی تھی جس میں طلبہ و طالبات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ درسِ قرآن کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ جن اساتذہ اور طلبہ کی توجہ اور سعی سے دین کے یہ انمول علمی جواہر ریزے دوسروں تک پہنچتے ہیں حق تعالیٰ ان سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے ہم انشاء اللہ یہ قیمتی لؤلؤ ولالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ قارئین تک پہنچاتے رہیں گے۔ (ادارہ)

ع ہنوز آں ابرِ رحمت در افشان است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

الحمدللہ رب العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد و الٰہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

آج کے بیان کے لیے جو موضوع ہمیں دیا گیا ہے وہ ہے "اسلام، ایمان اور اعمالِ صالحہ" یہ ایک نشست کے لیے موضوع دیا گیا ہے حالانکہ ان میں سے ہر چیز ایسی ہے کہ جو تین نشستوں میں بیان ہوسکتی ہے بہرحال کوشش کریں گے کہ اس مختصر سی نشست میں ان تینوں چیزوں پر کچھ بیان ہوجائے۔

اسلام کیا ہے؟ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ایک بار سوال کیا گیا اخبرنی عن الاسلام کہ مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ اسلام میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ تم شہادت دو اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس میں سب سے پہلی بات یہ آتی ہے کہ اللہ کے بارے میں شہادت دی جائے۔

اللہ کیا ہے، واجب الوجود کا کیا مطلب ہے؟ لیکن خود اللہ اور لفظ اللہ کیا ہے۔ اللہ کے بارے میں جو لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وَاللّٰہُ عَلَمٌ لذات الواجب الوجود المستجمع لجمیع الصفات الکمال لفظ اللہ نام ہے ایسی ذات کا جس کا وجود واجب ہے جو واجب الوجود ہے۔ واجب الوجود کا مطلب ہے کہ جس کا وجود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔

اللہ کے سوا ہر چیز کا وجود عارضی ہے

اس کے علاوہ کسی بھی چیز کا وجود اس نوعیت کا وجود نہیں ہے اللہ کی ذات کے علاوہ کائنات کی جو بھی چیز ہے چھوٹی ہو یا بڑی اُس کا وجود تو ہے لیکن اس نوعیت کا نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے بلکہ وہ عارضی ہے چاہے وہ آسمان ہو، چاہے وہ زمین ہو اور چاہے آسمان اور زمین پر بسنے والی چھوٹی یا بڑی مخلوق ہو سب کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے عطا کیے ہُوئے عارضی وجود کی وجہ سے زندہ اور باقی ہے اُس کا اپنا وجود نہیں ہے تو جس ذات کا وجود اپنا اور ذاتی ہے وہ صرف اللہ ہے باقی جتنی چیزیں اللہ کے علاوہ ہیں اُن کا وجود عارضی ہے نہ ہمیشہ سے تھا اور نہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اللہ کے سوا ہر چیز کا وجود عارضی ہونے کی دلیل

بلکہ خود اس وجود والی چیز کو اپنے وجود پر بھی اختیار نہیں ہے یہ سب سے بڑی نشانی ہے اس کے عارضی ہونے کی کہ انسان جس کا اپنا ایک وجود ہے اور اُس وجود کے لیے اُس کے کچھ حقوق ہیں جو اللہ نے رکھے ہیں اُن سب حقوق کے باوجود اپنے اس وجود پر خود اس انسان کو بھی اختیار نہیں وہ بے بس ہوتا ہے تو یہ سب سے بڑی نشانی ہے اس بات کی کہ وجود ہمارا اپنا نہیں ہے یہ عارضی طور پر مِلا ہُوا ہے کسی اور جگہ سے یہ ہمیں دیا گیا ہے وہ کون ہے ؟ وہ اللہ کی ذات ہے تو اللہ کی تعریف یہ ہُوئی کہ اُس کا وجود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے اور آگے ہے المستجمع لجمیع الصفات الکمال جتنے کمالات جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں اُن تمام کو وہ گھیرے ہُوئے ہے وہ سب اُس میں موجود ہیں بس یہ ہے اللہ تو ایسی ذات جس میں وجود بھی ذاتی اور تمام خوبیاں بھی اُس کے اندر موجود اور عیب کی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ پاک اور مُنزہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہی اس بات کے لائق ہے کہ شہادت دی جائے کہ وہ عبادت کے لائق ہے تو سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس بات کی بھی شہادت دو کہ محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ کے بھیجے ہُوئے بندے اور رسول ہیں تو اسلام میں ان دونوں چیزوں کی شہادت سب سے پہلے بتلائی گئی۔

دو میں سے کسی ایک کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے

اگر ایک چیز کو مانتا ہے اور ایک چیز کو نہیں مانتا تو وہ اسلام میں داخل نہیں ہوگا اگر اللہ کے وجود کو مانتا ہے اُس کی عبادت بھی کرتا ہے تسلیم کرتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے۔ ساری چیزیں کرتا ہے لیکن اس کے دوسرے جُزو کو

نہیں مانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام اللہ کے رسول ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں اور آخری رسول ہیں یہ ایمان لانا بھی ضروری ہے اگر اس سے انکار کر دیا تو بھی اسلام سے نکل جائے گا اور اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا احترام کرتا ہے تعظیم کرتا ہے بڑا آدمی مانتا ہے لیکن اللہ کے بارے میں کہتا ہے کہ مجھے تو پتہ نہیں کہ اللہ ہے بھی یا نہیں ہے مجھے تو سمجھ میں ہی نہیں آتا تو بھی وہ اسلام سے نکل جائے گا۔ لہٰذا ان دونوں چیزوں کی شہادت دینا ضروری ہُوا۔ اُس کے بعد فرمایا: نماز پڑھے، پانچوں وقت کی نماز پڑھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے احادیث میں اس کی تفسیر کی گئی ہے کہ پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتا ہو تو یہ دوسری چیز فرمائی اسلام کے لیے اُس کے بعد فرمایا کہ زکوٰۃ دیتا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو مال دیا اور اتنا مال کہ وہ صاحبِ نصاب ہوگیا، صاحبِ نصاب ہونے کا مطلب ہے کہ سونا اگر ہے تو ساڑھے سات تولے، چاندی ہے تو باون تولے اگر اتنا مال اُس کے پاس سونے یا چاندی کی شکل میں یا روپے پیسوں کی شکل میں موجود ہے تو وہ نصاب والا ہوگیا اَب اُس پر چالیسواں حصہ سال میں دینا فرض ہوگیا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا کہ پھر حج بھی کرے اگر اللہ نے اتنا مال دے دیا ہے کہ آمد و رفت کے اخراجات اور وہاں کے اخراجات اور اُس عرصہ میں اپنے گھر والوں کے اخراجات پُورے کر سکتا ہے تو پھر اللہ نے اُس پہ حج فرض کر دیا لہٰذا وہ حج کرے۔ نیز فرمایا وتصوم رمضان سال میں ایک مہینہ آتا ہے جسے ہم رمضان المبارک کہتے ہیں اُس کے روزے رکھے، یہ بھی ہر مُسلمان پہ فرض ہیں، چاہے وہ بُوڑھا ہو چاہے جوان ہو جب وہ بالغ ہوگیا چاہے عورت ہو یا مرد اَب اُس پر یہ روزے فرض ہوگئے اِلا یہ کہ کوئی شرعی عُذر پیش آجائے تو اُس کی تفصیل موجود ہے (یہاں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے) اسلام یہ ہے کہ شہادت دے کہ اللہ عبادت کے لائق ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بارے میں شہادت دے کہ وہ اُس کے بندے اور رسول ہیں اور آخری رسول ہیں ان کے بعد کوئی رسول کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا کسی بھی درجہ میں اس بات کی شہادت دے۔ نماز پڑھتا ہو، حج کرے، زکوٰۃ دے اور روزے رکھے۔ جب آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی

ایمان کیا ہے؟

تو سائل نے پھر سوال کیا فاخبرنی عن الایمان یارسول اللہ مجھے ایمان کے بارے میں بتلایئے ایمان کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تُو اللہ پہ ایمان لائے اسلام کے بارے میں فرمایا تھا کہ اللہ کے بارے میں تُو شہادت دے زبان سے، ایمان یہ ہے کہ یہ جو زبان سے بات کہہ رہے ہو اِس کو تہہ دل سے کہو یعنی دل اور زبان اس معاملہ میں ایک ہوں تو پھر یہ ایمان ہے۔

بظاہر مومن اللہ کے نزدیک کافر

اگر ایک آدمی زبان سے تو کلمہ گو ہے لیکن دل میں اُس کے تصدیق نہیں ہے۔ دل میں وہ اللہ کو معبود نہیں مانتا تو بظاہر تو ہم اُسے مُسلمان ہی سمجھیں گے کیونکہ ہم کو غیب کا علم نہیں ہے ہم دل کے اندر کسی کے جھانک نہیں سکتے غیب کی چیزیں اللہ کے علم میں ہیں تو بظاہر وہ مُسلمان سمجھا جائے گا لیکن اللہ کے ہاں وہ مومن نہیں ہے جیسے منافقین تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانے میں (اور بعد میں بھی ایسے لوگ قیامت تک رہیں گے) کہ بظاہر وہ مُسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے اور مُسلمان سمجھے جاتے تھے نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے تھے، اور اتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے تھے کہ ہمارے ہاں کے بڑے بڑے پختہ ایمان والے بعض اوقات وہ کام نہیں کر سکتے یعنی بعض دفعہ لڑائی میں جانا، جہاد میں شریک ہوجانا[1]۔ اور یہاں تک ہُوا کہ اس میں لڑتے لڑتے جان بھی دے دینا۔

دُنیا میں منافق کا حکم

کیونکہ وہ غیب کی باتیں ہیں ہمیں پتا نہیں ہیں ہم اُسے شہید کہیں گے، ہم اُس کا نمازِ جنازہ بھی پڑھیں گے اُس کو شہیدوں والے اعزاز کے ساتھ دفنائیں گے بھی لیکن چونکہ اُس وقت تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وجود مسعود تھا۔ وحی کا سلسلہ قائم تھا اللہ کی طرف سے غیب کی چیز پر آگاہ کر دیا جاتا تھا اس لیے پتا چل جاتا تھا کہ یہ منافق ہے اور یہ مُسلمان

وحی اور کشف میں فرق

لیکن آپ کی وفات کے بعد وحی کا دروازہ بند ہوگیا اَب غیب پر اطلاع کی کوئی صُورت نہیں ہے اگر غیب کا کسی درجہ میں کوئی کہتا ہے مجھے علم ہوگیا، کشف ہوگیا، فلاں ہوگیا تو ٹھیک ہے ہُوا ہوگا اُس کا انکار نہیں لیکن وہ بہرحال ظنی علم ہے حتمی نہیں ہے حتمی علم وحی ہے حتمی بات وہ ہے جو نبی کی زبان سے نکل جائے باقی بات حتمی نہیں ہے ظنی ہے ہوسکتا ہے وہم ہی ہُوا ہو، ہوسکتا ہے خیال آیا ہو، ہوسکتا ہے شیطان نے کوئی بات کہ دی ہو اُس کے کان میں، شیطان نے یہ بات کہی ہے یہ اُسے سمجھ رہا ہے کہ کشف ہوگیا چونکہ احتمالات موجود ہیں ان احتمالات کی وجہ سے اُس کی حیثیت مشکوک ہوگئی ممکن ہے یہ دماغی مریض ہو، دماغی مریضوں کی بعض اوقات ایسی نوعیّت ہوجاتی ہے کہ دماغ کو عام حالات میں جو کام کرنا چاہیے اُس سے زیادہ رفتار میں کام شروع کر دیتا ہے اور ایک درجہ میں کم و بیش چھٹی حِسّ ہر انسان میں موجود ہوتی ہے بعضوں کی چھٹی حِسّ بہت تیز ہو جاتی ہے لیکن وہ کہلائے گا مریض اُسے ایک نارمل انسان نہیں کہا جائے گا تو اُس کی بات کو وزن ہی نہیں مِل سکتا۔

---

[1] دیکھیں مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۳۴ بحوالہ بخاری شریف

نبی دماغی اور دل کی باطنی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے صرف نبی ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی دماغی اور دل کی جو باطنی امراض ہیں اُن سے محفوظ رکھتا ہے۔

مرزا قادیانی اور دماغ کی بیماری یہ مرزا غلام احمد قادیانی جو تھا مدعی نبوّت جس نے انگریز کے کہنے پر نبوّت کا جھوٹا دعوٰی کیا یہ مُراق ایک بیماری ہے دماغ کی اُس میں مُبتلا تھا اور اس کے حالات میں لکھا ہے[1] کہ اس کو میٹھا بہت پسند تھا لہذا جیب میں گُڑ رکھا کرتا تھا اور مٹی کے ڈھیلے بھی جیب میں رکھتا تھا استنجے وغیرہ کے لیے اور یہ بات مشہور ہے کہ وہ گُڑ کی جگہ ڈھیلا استعمال کر لیتا تھا اور ڈھیلے کی جگہ گُڑ استعمال کر لیا کرتا تھا کوئی احمق سے احمق بھی ایسے آدمی کو اپنا امام بنانا پسند نہیں کر سکتا چہ جائیکہ نبوّت کا منصب العیاذ باللہ۔

مرزا کے پیروکار آنکھیں کھولیں قرآن پاک میں آگیا ہے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ جب مُہر لگ جائے دل پہ اللہ کی طرف سے پھر وہ جس کو چاہے نبی بنالے وہ تو پھر پتّھر کو بھی سجدہ کرنے والے اس دُنیا میں موجود ہیں کتنے بڑے بڑے سائنس دان ہیں کتنے بڑے بڑے سیاستدان ہیں کہ ان کو سیاستدان تسلیم کیا گیا ہے نہرو کو تسلیم کیا گیا، گاندھی کو تسلیم کیا گیا، اندرا گاندھی کو تسلیم کیا گیا۔ اَب بھی ہندو موجود ہیں جنھیں بین الاقوامی سطح پر سیاستدان مانا جاتا ہے لیکن دین کے معاملہ میں جب مُہر لگ گئی تو وہی سمجھ دار اور عقل مند انسان پتھر کے سامنے سر جھکا رہا ہے۔ ایک مورتی کو سجدہ کرتا ہے تو یہ تو عقل پہ پردہ پڑ گیا اُس کے تو جب ایسا پردہ پڑ جائے تو کوئی اُس کو ہٹا نہیں سکتا۔ تو فرمایا کہ تم ایمان لاؤ دل سے اس بات کی تصدیق کرو تب پھر صحیح مومن ہو گے آخرت میں نجات کے لیے بہت ضروری ہے دُنیا میں جو معاملات ہیں کہ ہم دوسرے مُسلمان سمجھیں اور دوسرا ہمیں مُسلمان سمجھے وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے جواب میں چیزیں ارشاد فرمادی تھیں وہ تمام چیزیں ظاہری تھیں جو آدمی یہ چیزیں کرے گا شہادت دے گا، روزہ رکھے گا نماز پڑھے گا حج کرے گا ہم اُسے مُسلمان ہی کہیں گے ان چیزوں میں سے کسی چیز کا انکار کر دے گا تو کافر کہلائے گا اور اگر کہتا ہے کہ میں نے جھوٹ موٹ کہا تھا تو اَب اُس کا کیا علاج ہے تو اُسکی یہ بات نہیں

---

[1] تتمہ براہین احمدیہ ج ۱ ص ۶۷ بحوالہ قادیانیت کش ص ۱۳۱

مانی جائے گی اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے لیکن توبہ بھی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ یہ میں مذاق کیا کرتا ہوں جھوٹ موٹ کہا کرتا ہوں تو یا پاگل کہلائے گا یا کافر ہی سمجھا جائے گا بس اور کچھ نہیں۔ ہم تو ظاہر پہ اعتبار کریں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم ظاہر کے مکلّف ہیں باطن اللہ کے سپرد ہے وہاں فیصلہ ہوگا۔

انسان ظاہر کا مکلّف ہے یا باطن کا

اللہ تعالیٰ نے آسان نظام بھیج کر انسان کے لیے آسانی کر دی ہے کہ تمہاری رسائی ظاہر تک ہے تو میں نے تمہیں دوسرے کے معاملہ میں صرف ظاہر ہی کا مکلّف بنا دیا مگر اپنے معاملے میں انسان ظاہر اور باطن دونوں کا مکلف ہے کہ ظاہراً بھی یہ شہادت دے اور دل میں بھی اس کا یقین ہو، تو اپنی ذات کے بارے میں دونوں چیزوں کا مکلّف ہے، غیر کے معاملہ میں صرف ظاہر کا مکلّف ہے باطن اللہ کے سپرد تو ہم ظاہر پہ اعتبار کریں گے تو ایمان کا جو تعلّق ہے انسان کے باطن اور قلب کے ساتھ ہے۔

فرشتوں پہ ایمان لانا ضروری ہے

پھر فرمایا وملٰئکتہ اور فرشتوں پہ ایمان لاؤ کہ اللہ کے فرشتے ہیں وہ بھی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے اور وہ گناہوں سے پاک مخلوق ہے گناہ نہیں کرتے گناہ کا مادہ ہی نہیں اُن میں، تو اس پہ بھی ایمان لانا ضروری ہے ہر مسلمان کے لیے

اللہ کی اُتاری ہوئی سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے

وَکُتُبِہٖ اللہ کی جو کتابیں ہیں جو اُس نے نازل کی ہیں نبیوں پر جن کا ہمیں علم ہے اور جن کا علم نہیں ہے سب پر ایمان لانا کہ یا اللہ جو بھی تُو نے اُتاری ہے ہمارا اُس پر ایمان ہے کہ وہ صحیح اور سچ تھی یہ بھی ضروری ہے اگر ایمان نہیں لائے گا اُوپر سے کہتا ہے کہ اللہ کی کتابیں مانتا ہوں ڈر کے مارے کہتا ہوگا یا کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن دل میں اس کا اقرار نہیں کرتا تصدیق نہیں کرتا تو وہ اللہ کے ہاں مومن نہیں ہے گو ظاہراً ہم اُسے مسلمان ہی سمجھیں گے لیکن اللہ کے ہاں نجات نہیں ہوگی اُس کی وہ کافر ہے تو تمام کتابوں پہ ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر جو کتاب نازل ہوئی وہ حتمی اور آخری ہے۔

کتابوں پہ ایمان کا مطلب

کتابوں پہ ایمان کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اَب ہم تورات کی تلاوت شروع کر دیں انجیل کی تلاوت شروع کر دیں اس کے احکامات لیں یہ نہیں کیونکہ وہ کتابیں تو اپنی اصل شکل میں موجود ہی نہیں ہیں دُنیا میں کہیں کسی بڑے سے بڑے پادری کے پاس چلے جائیں اُس کے پاس بھی موجود نہیں ہے جبکہ ہمارا مذہب جو ہے وہ ایسا عجیب ہے کہ قرآن تو خیر ہے ہی قرآن پاک، نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زبانِ مُبارک سے جو بات نکلی ہے اور زندگی کے جس پہلو پر بھی نکلی ہے آج تک

حدیثوں میں محفوظ ہے

پوپ کی لاچاری

میں چند ماہ قبل موجودہ وفاقی وزیر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کا وہاڑی میں بیان سُن رہا تھا انھوں نے کہا کہ میں روم میں پوپ کے پاس گیا اُس سے میری ملاقات ہُوئی مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کسی معاملے سے متعلق (سند کے ساتھ) مجھے حدیث شریف سُنا سکتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السّلام نے یہ فرمایا فلاں چیز کے معاملہ میں تو کہنے لگے کہ وہ سوچ میں پڑ گیا اور سر جُھکائے بیٹھا رہا پھر اُس نے کہا کہ آپ اپنا سوال پھر دُہرائیں کہنے لگے کہ مَیں نے پھر دہرایا کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا کوئی ایک جُملہ جو اُن کی زبان مُبارک سے نکلا ہو کسی بھی معاملہ میں وہ جملہ آپ مجھے سُنا دیجیے تو کہنے لگے کہ وہ پھر سوچنے لگا اور تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا کہ ایسا کوئی جملہ موجود نہیں ہے"۔ ہمارا جو مذہب ہے اُس میں تو اللہ کی کتاب پُوری طرح چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی محفوظ ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اقوال چودہ سو سال گزرنے کے بعد حدیث کی شکل میں موجود ہیں اور محدّثین نے اُس کے باب باندھ دیئے۔ ہزاروں ابواب باندھ رکھے ہیں چیپٹر کہہ لیں، فصل کہہ لیں، باب کہہ لیجیے جو باندھ رکھے ہیں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق

عُلماء آپ کے ہر قولی اور فعلی عمل کو زندہ رکھے ہُوئے ہیں

حتّٰی کہ ایک حدیث شریف آتی ہے جس میں یہ بیان ہوتا ہے کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی بات بتلائی اور اُس کے بات بتلانے کے دوران آپ نے سر مُبارک اُوپر کیا تو راوی جو صحابی نقل کر رہے تھے اُنھوں نے اتنا اُونچا سر کیا کہ اُن کی ٹوپی سر سے گر گئی جو سر پہ ٹوپی تھی تو اب بھی جو اُستاذ حدیث پڑھاتا ہے شاگردوں کو، اُس اُستاد کی کوشش ہوتی ہے کہ جس وقت یہ حدیث سُنا رہا ہو طالب علموں کو، نقل کر رہا ہوں تو وہ خود بھی کوشش کرتا ہے کہ سر اتنا اُونچا اُٹھائے بیان کرنے کے دوران کہ اُس کی ٹوپی گر جائے چنانچہ بعض محدّثین اور عُلماء اپنی ٹوپی کو قصدًا گراتے ہیں تاکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ "فعلی سُنّت" فعلی شکل میں زندہ رہے تو ہمارے ہاں تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یہ عمل بیان کے اعتبار سے بھی محفوظ اور عمل کے اعتبار سے بھی محفوظ چلا آرہا ہے پھر جتنے طالب علم سُنتے ہیں ان میں جن کو توفیق آئندہ پڑھانے کی ہوتی ہے وہ پھر اسی عمل کو زندہ کرتے ہیں تو ہمارا دین تو مکمل محفوظ ہے کیونکہ اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ یہ محفوظ رہے گا جب اللہ نے کہہ دیا اور اپنے ذمّہ لے لیا تو اب یہ محفوظ رہے گا کوئی دُنیا کی طاقت اُس کو نہیں مٹا سکتی جو آیا ہے وہ خود مِٹ جاتا ہے تو یہ خصوصیّت ہے اس دین کی۔

تورات اور انجیل پر ایمان لانا ہے مطالعہ نہیں کرنا

اب اگر کوئی شخص تورات اور انجیل وغیرہ کا مطالعہ شروع کردے کہ چونکہ مَیں نے حدیث میں پڑھا ہے یا تقریر میں سُنا ہے کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس لیے مَیں تورات کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ غلط ہے مطالعہ نہیں کرنا بس ایمان لانا ہے کہ جیسی تھی جس طرح اُتاری تھی اللہ بہتر جانتا ہے اُس پر میرا ایمان ہے کہ وہ صحیح تھی بس یہ کافی ہے باقی قرآن کا مطالعہ کرنا ہے ایک[1] دفعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات لے کر بیٹھ گئے پڑھنے کے لیئے آپ کا چہرہ غصّہ سے سُرخ ہو گیا ان کی چہرہ پر نظر نہیں پڑی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چہرہ کو دیکھ رہے تھے تو اُنھوں نے توجّہ دلائی کہ تم یہ کیا حرکت کر رہے ہو ذرا چہرہ انور تو دیکھو آپ ناراض ہو رہے ہیں تو اُنھوں نے فوراً بند کر دی اور فرمایا . . . . کہ مَیں اللہ سے رب کے طور پر راضی ہُوا اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبی کے طور پر تسلیم کرتا ہوں اُنھوں نے فوراً جملے کہے اور تلافی کرنی چاہی تو مطالعہ نہیں کرنا ایمان لانا ہے ایمان ضروری ہے۔

ایمان بالغیب، ایک سچّا واقعہ

ایک واقعہ ہے مَیں اُس کو قرآنی مجالس میں سُنایا کرتا ہوں اور یہ سچّا واقعہ اور عجیب و غریب واقعہ ہے ہندوستان میں کوئی دیہاتی آدمی تھا اُس کی وفات ہوگئی تو اُس دیہات کے لوگ بالکل جاہل اور اُوجڈ تھے مذہب کے بارے میں اُنھیں معلومات بھی نہیں تھیں اُنھیں یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اسے دفنانا کیسے ہے اور اسے نہلانا کیسے ہے۔ کچھ معلوم نہیں تھا تو ایک صاحب وہاں سے گزر رہے تھے اُن کو انھوں نے روکا اور کہا کہ یہ باباجی مر گئے ہیں تو اگر تم اس کو غُسل وغیرہ دے دو اور تجہیز و تکفین میں ہماری مدد کرو تو تمہارا بڑا احسان ہوگا مدد کر دو ہماری تو وہ مسافر جو تھا اُس نے کہا کہ ٹھیک ہے بھئی اس میں کیا حرج ہے مُسلمان کے لیے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ رُک گئے اور جتنا اُنھیں معلوم تھا اس کے مطابق وہ اُنھیں بتاتے رہے ایسے غُسل دو ایسے یہ کرو یہ کرو اور اسے دفنایا اُس کے بعد وہ چلے گئے اب جب وہ گئے تو راستے میں اُنھیں خیال آیا کہ میرے جو کاغذات تھے ضروری جس کے لیے جا رہے تھے وہ نہیں ہیں۔ واپس ہوگئے کہ وہ گاؤں میں ہوں گے ڈھونڈا

---

[1] دیکھیں مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۲ بحوالہ دارمی

کہیں نہیں ملے بہت پریشان ہوئے اور اُن کا سارا کام ہی اُن پہ موقوف تھا دفتری کاغذات ہوں گے یا کیا ہوگا تو اُنھوں نے کہا کہ بھئی دیکھو ایک ہی شکل ہے کہ مَیں قبر میں اُترا تھا تو مجھے یہی شک ہے کہ وہ وہاں گِر گئے تو تم مہربانی کرو اُس کی قبر کھود دو تاکہ میرے کاغذات نکلیں میرا تو کام ہی نہیں ہوگا بڑا نقصان ہوجائے گا تو اُن لوگوں نے کہا کہ بھئی تم نے ہماری مدد کی تھی ہم تمہاری مدد کریں گے چلو تو قبر جب کھودی گئی تو قبر میں تو بہت غیر معمولی چیز دیکھنے میں آئی اُس میں مہک تھی اور خوشبو تھی اور ایسی خوشبو تھی کہ پُورا علاقہ مہک اُٹھا اُس سے اور وہ کاغذات بھی اندر سے نکل آئے اُن صاحب کے اب سب لوگ حیران کہ بات کیا ہے وہ خود حیران کہ اُوجڈ لوگ جاہل لوگ دین کا پتہ نہیں مذہب کا پتہ نہیں ایسے ہی اُن باباجی کا بھی حال تھا تو کیا ایسی بات تھی کہ اللہ نے اُن کے ساتھ ایسا معاملہ کیا اب تحقیق کرتے رہے لوگوں نے کہا کہ کچھ پتہ نہیں ہماری ہی طرح کا تھا کوئی خاص بات بظاہر تو تھی نہیں اس میں ایسی، گھر میں جاکر جب عورت سے پُوچھا تو اُس کی بیٹی کہنے لگی کہ کرتا تو یہ کچھ نہیں تھا نہ اُسے نماز آتی تھی، ہماری ہی طرح تھا بس یہ جو ایک کتاب لٹک رہی ہے دیوار پر، یہ جو کیل پر کتاب لٹک رہی ہے اس کو یہ کھولا کرتا تھا روزانہ اور کھول کر اس کی جو لائنیں ہیں اُن پر اُنگلی پھیرتا رہتا تھا اور کہتا رہتا تھا کہ یو بھی سچ کہا، یو بھی سچ کہا، یو بھی سچ کہا بس صرف یہ کہتا رہتا تھا اور بند کرکے رکھ دیتا تھا روز کا یہ معمول تھا اس کا کہ یہ بھی سچ کہا، یہ بھی سچ کہا، یہ بھی سچ کہا تو وہ کہنے لگے کہ بس سمجھ میں آگئی کہ یہ اس کی ادا اللہ کو پسند آگئی کہ اُس کا آنکھیں بند کرکے اللہ کی ذات پر اور اُس کی کتاب پر ایمان تھا۔ یہی تو مدار ہے نجات کا! اللہ کو اُس کا یہ عمل پسند آگیا، اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کو قرآن نہیں آتا وہ بھی ایسا ہی کرنے لگے اور کہے کہ بس یُوں اُنگلی رکھ کر میں بھی ایسے ہی کرلوں گا جیسے باباجی نے کیا تھا کہ یہ بھی سچ کہا یہ بھی سچ کہا یہ نہیں ہے یہ اُس بابا کے لیے ہے کہ جس کو پڑھنے کے لیے کوئی پڑھانے والا نہیں مِلا، دین حاصل کرنے کے وسائل نہیں تھے تو جتنا بس میں تھا اتنا اُس نے کرلیا کیونکہ بس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں ہے لیکن ہمارے ہاں تو قرآن بھی موجود، پڑھنے پڑھانے والے بھی موجود، سکھانے والے بھی موجود، مکمّل دین بتلانے والے موجود ہیں یہاں یہ انسان مکلف ہے ہر چیز سیکھنے کا، یہاں باباجی والا معاملہ نہیں ہوگا اس قصّہ سے کوئی یہ مطلب اخذ نہ کرلے تو جتنا انسان کرسکتا ہے اُس کا مکلّف بنادیا گیا کہ وہ کرے جو نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے لا یکلف اللّٰہ نفسا اِلا وسعھا جب انسان کے بس میں کھڑے ہوکر نماز نہیں ہوتی تو اللہ

تعالیٰ کہتے ہیں بیٹھ کر پڑھو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا لیٹا ہے مریض ہے تو لیٹ کر پڑھ لو، اشارے سے پڑھو جب تک ہوش میں ہو پڑھتے رہو، جہاد میں ہو میدانِ جنگ میں ہو اور رُک نہیں سکتے لڑائی جاری ہے وہاں تو نہیں کہہ سکتے دُشمن سے کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے رُک جاؤ وہ تو لڑ رہا ہے تو جدھر رُخ ہے اُدھر پڑھ لو۔ اُسی طرف اشارے کر کے نماز پڑھ لو چاہے قبلہ کی طرف رُخ ہے، چاہے مغرب کی طرف، چاہے مشرق کی طرف، چاہے شمال کی طرف چاہے جنوب کی طرف نماز پڑھی جائے گی کیونکہ اُس وقت اتنا ہی بس میں ہے ہمارے اس سے زیادہ بس میں نہیں ہے تو یہ جو دین اللہ نے بھیجا ہے آسانی والا دین بھیجا ہے سہولت والا دین بھیجا ہے اب پھر بھی اگر ہم اس پر عمل نہ کریں تو یہ تو پھر ہماری محرومی اور بدقسمتی ہے اور فرمایا والیوم الاٰخر اور آخرت کے دن پہ ایمان لائے کہ اس دُنیا کے بعد ایک اور عالم موجود ہے جس میں ہمیں جانا ہے اور ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے فرمایا یہ بھی چیز ہے جس پہ ایمان لاؤ یعنی قلب کا فعل ہے زبان سے تصدیق کرنی ہے زبان سے شہادت دینی ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرنی ہے دونوں چیزیں جب ملتی ہیں تو انسان کامل مُسلمان یا کامل مومن بنتا ہے ورنہ ناقص رہے گا اور آخر میں فرمایا وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ کہ تم ایمان لاؤ تقدیر پر اچھی ہو یا بُری یہ اللہ کی طرف سے ہے اور تقدیر کیا چیز ہے تقدیر عجیب چیز ہے اور تقدیر پہ بیان کا اس وقت موقع بھی نہیں ہے کیونکہ وقت بھی تھوڑا ہے ساری بات بیان نہیں ہو سکتی۔ تقدیر پہ ایمان لاؤ بس، اچھی ہو یا بُری تقدیر کے مسئلہ میں بہت سے لوگوں کو شیطان مغالطے ڈالتا ہے بہت وسوسے آتے ہیں بہت سے بھٹک جاتے ہیں لیکن مختصراً نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ بتلایا کہ بس ایمان لے آؤ۔

مسئلہ تقدیر، مقامِ شکر

مَیں تو کہا کرتا ہوں کہ شُکر کرو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تقدیر پر ایمان لے آؤ بس بخشش کے لیے کافی ہے اگر یہ فرما دیتے کہ تقدیر کا مسئلہ موت سے پہلے حل کر کے میرے پاس آنا ہے تو ایک بھی مُسلمان کی بخشش نہ ہوتی کیونکہ مسئلہ تقدیر کوئی حل نہیں کر سکتا تھا یہ تو اللہ کی مہربانی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت ہے اس پر تو شُکر کرنا چاہیے چہ جائیکہ اس پہ ہم سوچ و بچار شروع کریں جس مسئلے کا خطرہ ہے کہ اللہ کے ہاں ہم سے سوال ہوگا اور پُوچھ ہو سکتی ہے اُس کی تو ہم پروا ہی نہیں کرتے اور جس مسئلے کے بارے میں اطمینان ہے کہ اس پہ پُوچھ ہی نہیں ہوگی ہم سے اور کچھ سوال نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ بخشش دیں گے اُن میں ہم بحث میں پڑ جاتے ہیں

تو یہ اصل میں شیطان کا دھوکا ہے یہ شیطان اصل جگہ سے ہٹا کر اس طرف لگا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بھی تو ایمان ہی کی چیز ہے اس سے ایمان میں مزید اضافہ ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو اصل دین کی ضروریات ہیں اُس سے ہٹ کر جب ہم ادھر لگ گئے تو یہ ایمان کی بات نہیں رہی بلکہ یہ شیطان کی طرف سے ایک مغالطہ ہے جو وہ ڈالتا ہے بس اس پہ ایمان لاؤ کافی ہے، باقی تقدیر کے مسئلہ پہ مزید چیزیں اِن شاء اللہ زندگی رہی تو پھر کبھی بیان کریں گے۔ آج کے بیان میں دو چیزیں تو ہوگئیں۔ ایک اسلام کے بارے میں سوال ہوا تھا تو اُس کا جواب آپ نے ارشاد فرما دیا۔ دوسرا ایمان کے بارے میں سوال ہوا وہ بھی آپ نے ارشاد فرما دیا تو مختصر یہ کہ اسلام کا تعلق ہمارے ظاہری افعال و اعمال سے ہے اور ایمان کا تعلق ہمارے قلبی افعال سے ہے۔ ہمارے دل کی حالت سے ہے۔ دونوں چیزیں جب مکمل ہوتی ہیں تو کامل مومن بنتا ہے اور اگر ان میں قصور رہ جائے اور خدانخواستہ تصدیق کے معاملہ میں رہ جائے تو وہ مسلمان ہی نہیں اور اگر ظاہری افعال میں کوتاہی ہے تو وہ تو ہر انسان گناہ گار ہے اپنی سی کوشش کرے کہ نیک اعمال کرتا رہے بُرائیوں سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ باقیوں سے اِن شاء اللہ معاف کر دیں گے باقی رہا "اعمال صالحہ" تو اس پر بھی اِن شاء اللہ پھر بیان کریں گے چونکہ اَب وقت بھی ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

✿

انتقالِ پُرملال

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس کے محبّ و مخلص پروفیسر صدیق صاحب مرحوم کے برادر خورد اور جناب اعجاز صاحب باجوہ کے بڑے بھائی عید البقر سے ایک دن قبل بعارضہ قلب اچانک وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم بہت سادہ اور عبادت گزار انسان تھے اس اچانک حادثہ پر اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرما کر آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ قارئین سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

رائے گرامی

حضرت مولانا سید سلمان صاحب ندوی مدظلہم العالی

بسم الله الرحمن الرحیم

لقد سعدنا اليوم بزيارة المحل الجديد للجامعة المدنية الجديدة بصحبة الشيخ الرباني السيد نفيس شاه الحسيني حفظه الله تعالى - وصحبة الأخ الشيخ محمد طاهر الحسيني، وبقيادة الأخ الفاضل الشيخ محمود ميان - حفظه الله تعالى - وهو القائم على هذا المشروع الكبير الجديد للجامعة المدنية الجديدة على أرض واسعة اشتريت لإقامة هذه الجامعة، التي أسسها فضيلة الشيخ الجليل حامد ميان - رحمه الله تعالى - وكنت زرت هذه الجامعة في مركزها ومحلها الأول بمدينة لاهور في حي كريم پارك، ولكني تمتعت اليوم بزيارة القسم الجديد والنواة الأولى للجامعة على الأرض البعيدة عن لاهور بـ ٣٢ كيلومترا، وقد تم الذي شاد كمسجد واسع كبير ارتفعت جدرانه، وينتظر الاستكمال، وهو مشروع مسجد يسع لأكثر من ٣٠ آلاف مصل، وسيكون من أكبر الجوامع في هذه المنطقة، كما سيبنى هناك المجمع السكني، والفصول الدراسية، وبيوت المدرسين وغير ذلك من المرافق، وتكلف المسجد وحده هو إلى ٣٠ مليون روبية، وقس على ذلك بقية المشاريع للجامعة، وهذا إن دل على شيء فإنما يدل على همة القائمين على الجامعة وطموحهم وبعد نظرهم، ومقاصدهم الجليلة السامية، ندعو الله - العلي القدير - أن يحقق على أيدي هؤلاء الفضلاء هذا المشروع العملاق الجليل ويجعله منارة نور وهدى، ومركز إشعاع علمي وروحي ودعوي كبير. والله الموفق.

وكتبه سلمان الحسيني الندوي

٢٦/ ذي الحجة ١٤٢١ هـ

ترجمہ رائے گرامی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

آج ہمیں حضرت شیخ ربّانی سیّد نفیس شاہ صاحب الحسینی کی معیّت میں جامعہ مدنیہ جدید کی زیارت کا اتفاق ہوا۔ اس موقع پر جناب محترم بھائی محمد طاہر الحسینی بھی ہمراہ تھے۔ ہماری یہ حاضری الشیخ الفاضل سیّد محمود میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں ہوئی۔ فاضل موصوف ہی جامعہ جدید کے اس بڑے منصوبے کی تکمیل کے ذمّہ دار ہیں جو ایک وسیع وعریض قطعہ ارض پر واقع ہے جو اسی مقصد کے لیے خریدا گیا ہے۔ جامعہ مدنیہ کے بانی الشیخ الجلیل مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ تعالیٰ تھے ایک بار پہلے بھی جامعہ مدنیہ قدیم واقع کریم پارک میں حاضری ہوئی تھی لیکن آج جامعہ مدنیہ جدید میں حاضری کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ جامعہ مدنیہ جدید لاہور سے تقریباً ۳۲ کلومیٹر دُور واقع ہے۔ جامعہ جدید میں ایک بہت بڑی مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ دیواریں اُٹھائی جا چکی ہیں ہنوز تشنۂ تکمیل ہیں اس مسجد میں تقریباً تین ہزار آدمی نماز پڑھ سکیں گے۔ اس خطہ کی یہ سب سے بڑی مسجد ہوگی اس کے علاوہ یہاں دینی طلبار کی قیامگاہیں، درسگاہیں اور اساتذہ کے مکانات وغیرہ بھی تعمیر ہوں گے۔ صرف مسجد کے اخراجات کا تخمینہ ۲۵ ملین (ڈھائی کروڑ) روپے ہے۔ جامعہ جدید کی باقی تعمیرات کے اخراجات کا اندازہ بھی اسی سے ہو سکتا ہے اور اسی پہ باقی منصوبہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے اس وسیع و عریض منصوبے کو دیکھ کر ذمّہ داران جامعہ کی ہمّت، دُور نگاہی اور بلند مقاصدِ اعلیٰ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے خدائے بزرگ و برتر سے دُعا ہے کہ وہ اس عظیم منصوبے کو ان بزرگ شخصیات کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس عظیم ادارے کو روشنی اور ہدایت کا مینار اور علم، روحانیت، دعوت کی ضیاء پاشیوں کا مرکز بنائے اور جملہ توفیق صرف اللہ ہی سے ہے۔

سیّد سلمان الحسینی الندوی

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مولانا نعیم الدّین صاحب
جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط: ۳، آخری)

مولانا اوکاڑوی مرحوم

ایک شخصیّت۔ ایک تحریک

❁

بیعت و سلوک

احکامِ اسلام کا نام "شریعت" ہے اور ان احکام پر چلنے کو "طریقت" کہتے ہیں شریعت سے تعمیرِ ظاہر ہوتی ہے اور طریقت سے تعمیر باطن۔ اسی "تَعْمِیْرُ الظَّاھِرِ وَالْبَاطِنِ" کو تزکیہ و احسان سے تعبیر کرتے ہیں جو دین کے اندر مطلوب و مقصود ہے اس مقصود کے حصول کے لیے بیعت و سلوک کا طریقہ اپنایا جاتا ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے۔ مولانا اوکاڑوی مرحوم چونکہ ایک عرصہ تک غیر مقلدین کے زیرِ اثر رہے تھے جو بیعت و سلوک کے خلاف ہیں اس لیے حنفیت کی طرف رجوع کے باوجود آپ اس کو غیر ضروری سمجھ کر اس سے بچتے تھے لیکن بعد میں جب طبیعت خود اس طرف مائل ہوئی تو آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوگئے۔ آپ نے اپنے بیعت ہونے کا دلچسپ واقعہ خود تحریر فرمایا ہے قارئین آپ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا اوکاڑوی مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

"عیدگاہ کے مدرسہ میں جب میں زیرِ تعلیم تھا تو حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی پسروری خلیفہ اجل حضرت اقدس شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ تشریف لائے۔ طلباء زیارت اور مصافحہ کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت سے میری کوئی سابقہ جان پہچان نہ تھی۔ سب طلباء کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانے کے بعد بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے بائیں طرف بٹھا لیا اور باقی طلباء سے مصافحہ فرماتے

رہے جب طلبا ختم ہوگئے تو میری طرف متوجہ ہوئے نام پوچھا اور فرمایا کہ یہ یعنی یہ عاجز) بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے۔ پھر حضرت نے بڑی محبّت سے مجھے بیعت کی ترغیب دی۔ میں چونکہ غیر مقلدیت سے ادھر آیا تھا بیعت کو بدعت اور دنیاوی دکانداری سمجھتا تھا اس لیے میں نے باربار انکار کیا کہ یہ کونسی ضروری چیز ہے لیکن حضرت نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایا اور اس بات پر آمادہ فرمایا لیا کہ بیعت حضرت شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ سے کروں میں نے ہاں تو کرلی مگر مولانا کے تشریف لے جانے کے بعد خیال بھی نہ رہا ایک دن میں رسالہ خدّام الدّین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلسِ ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتّوں کو بھی دی ہیں، آنکھیں تو اصل دل کی ہیں اگر روشن ہوجائیں تو اسے حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنّت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا، میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ ہال کمرہ میں داخل ہوئے اُن کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کسی نے حرام نوٹ لینا ہے یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پُوچھنے لگے تم کیا کروگے ؟ میں نے وہ مجلس ذکر کی عبارت سُنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں۔ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیّار ہوگئے ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لیے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ایک ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے وہ حلال روپے کا ہے، یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا اور ہم لاہور پہنچ گئے ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی ہم حاضر ہوئے پھل حضرت رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیے۔ ہماری طرف دیکھا فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو ؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے یہ کچھ ہدیہ ہے فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو اور آپ

نے سب پھل الگ الگ کر دیے کہ یہ حلال ہیں، یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا چلے جاؤ تم بیعت کے لیے تھوڑے آئے تھے تم تو امتحان کے لیے آتے تھے اور ہمیں اُٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آگئے گاڑی آئی باقی چاروں ساتھی سوار ہوگئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا مَیں ٹکٹ واپس کرکے شاہدرہ اپنے ہم زُلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی نماز کے بعد درس کی جگہ پر آپ نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لیے بڑھے مَیں بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ دیکھ کر مُسکرا کر فرمایا اچھا اب بیعت کے لیے آگئے ہو؟ مَیں نے عرض کیا حضرت حاضر ہوگیا ہوں حضرت نے بیعت فرمایا اور اسمِ ذات، استغفار اور درُود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ تقریباً چار سال حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی۔ حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دُعائیں دیں"۔[۱]

مولانا اوکاڑوی مرحوم کو اپنے شیخ حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے حد درجے کی عقیدت تھی اُن سے تعلق کو اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھتے تھے، شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی روحانی توجہات مولانا اوکاڑوی مرحوم کے ساتھ رہیں اور آپ اُن سے فیض حاصل کرتے رہے۔

ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے ذکر کیا کہ "کچھ عُلما غیر محرم عورتوں کے چہرہ کے پردہ کے قائل نہیں ہیں، وہ اُنھیں چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں مَیں اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا تھا ایک دفعہ خواب میں میں دیکھا کہ ایک حسین عورت بغیر برقع کے گزر رہی ہے مَیں سوچتا ہوں کہ وہ عُلماء جو خواتین کے چہرہ کے پردہ کے قائل نہیں ہیں اُن کے نزدیک تو عورتوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے لہٰذا اُن کے موقف کے مطابق اگر مَیں اس حسین عورت کو دیکھ لوں تو کیا حرج ہے ابھی مَیں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے حضرت لاہوری رحمہ اللہ آتے ہوئے نظر آئے آپ مجھے اُنگلی کے اشارہ سے روک رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ نہیں نہیں۔

---

[۱] تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۱۲

غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں" مولانا مرحوم نے فرمایا یہ خواب دیکھ کر مجھے تسلّی ہوگئی اور اَب میرا یہی نظریہ ہے کہ عورتوں کے لیے چہرہ کا پردہ ضروری ہے خواب اگرچہ شریعت میں حجّت نہیں ہے لیکن جن خوابوں سے احکامِ شریعت کی تصدیق یا تائید ہوتی ہو وہ خواب مُبارک ضرور ہیں اور دیکھنے والے کو اُن پر عمل کرنے میں اجر ہے، ایسے خواب منجانب اللہ رہنمائی کا سبب بنتے ہیں۔

بہر طور مولانا مرحوم کے خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے شیخ کی روحانی توجہات اُن پر تھیں ، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے وصال کے بعد مولانا مرحوم نے آپ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف[1] جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے مولانا مرحوم کو وکیل اہلِ سُنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی طرف رجوع کا مشورہ دیا، مولانا مرحوم نے آپ کے مشورہ پر اپنا اصلاحی تعلق حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم سے قائم فرمالیا۔

مولانا مرحوم اپنے خود نوشت حالات میں رقمطراز ہیں۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے ہے اُن کی دُعائیں اور توجہات میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں، اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے"[2]

مولانا مرحوم کو اپنے شیخ ثانی حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم سے بھی بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی، آپ حضرت قاضی صاحب کے اشاروں پر چلتے تھے۔ "تحریکِ خدّام اہلِ سُنّت" کی سالانہ کانفرنسوں اور

---

[1] مولانا عبداللطیف صاحبؒ : ضلع راولپنڈی تحصیل گوجر خان کے ایک گاؤں میں حافظ محمد شادمان خان صاحبؒ کے یہاں ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/ ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء بروز پیر کو پیدا ہوئے مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ یہاں اکابر عُلماء دیوبند سے استفادہ کیا، بخاری شریف اور ترمذی شریف کی تکمیل حضرت مدنی رحمہ اللہ سے کی، فراغت کے بعد اپنے علاقہ میں تشریف لاکر خدمت دین میں مصروف ہوگئے، طریقت میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہوئے اور خرقہ، خلافت حاصل کیا، ۸۰ سال کی عمر میں ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ ۲۷- اپریل ۱۹۹۸ء بروز پیر آپ کا جہلم میں انتقال ہُوا۔ جہلم میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام آپ کی یادگار ہے۔

[2] تجلیات صفدر ج ۱ ص ۱۴۳

جلسوں میں اہتمام کے ساتھ شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ راقم الحروف کو بھی آپ کی معیت میں چکوال میں ہونے والی "بھیں کانفرنس" میں شرکت کا موقع ملا تھا، اس موقع پر ناچیز مولانا مرحوم کے ساتھ حضرت قاضی صاحب کی زیارت سے مشرف ہُوا تھا، یہ تقریباً جون ۱۹۹۵ء کی بات ہے۔

سفرِ آخرت

مولانا مرحوم کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے، مختلف امراض نے گھیر رکھا تھا، ہمتِ مردانہ اور اشاعتِ دین کے جذبہ کی وجہ سے اظہار نہیں فرماتے تھے۔ ناچیز سے ایک دفعہ فرمایا کہ آج کل جادُو کی بڑی کثرت ہے پرائے تو پرائے اپنے بھی جادُو سے باز نہیں آتے، فرمایا "مجھ پر بھی کئی دفعہ جادُو ہو چکا ہے ایک دفعہ ایسے ہُوا کہ حضرت قاضی صاحب نے مجھے ایک نہایت معمولی عمل بتلایا تھا جس سے جادُو کرنے والے پر اُلٹ جاتا ہے۔ میں نے وہ عمل کیا تو واقعی جس پر مجھے شُبہ تھا اس پر جادُو اُلٹ گیا تھا وہ سخت تکلیف کا شکار ہوگیا تھا مجھ سے یہ برداشت نہ ہُوا اور مَیں نے وہ عمل ترک کر دیا" خیر: مولانا مرحوم کثیر الامراض ہونے کے باوجود اپنے مشاغل میں مصروف تھے، ستمبر ۲۰۰۰ء میں احقر نے مولانا کو ملتان خط لکھا کہ اگر آپ کا لاہور کا کوئی قریبی پروگرام ہو تو کچھ وقت ہمیں بھی دیا جائے، آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ۷-۸ ۔ اکتوبر کو جہلم کانفرنس میں شرکت کے موقع پر لاہور آنا ہوگا تو اس موقع پہ مدرسہ آؤں گا۔ حسبِ ارشاد آپ چھ اکتوبر کو تشریف لے آئے رات ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمایا، صبح طلبہ میں تفصیلی بیان ہُوا فارغ ہو کر جہلم تشریف لے گئے۔ اسی مہینہ سرگودھا میں دس دن کا پروگرام تھا اس سلسلہ میں آپ وہاں تشریف لے گئے تھے ابھی تین چار دن ہی ہُوئے تھے کہ آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور آپ باصرار گھر تشریف لے آئے۔ ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ ۳۱۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء منگل اور بدھ کی درمیانی رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے آپ نے جان جاں آفریں کے سُپرد کر دی۔ اِنَّا للہ واِنَّا الیہ راجعون۔ اس شب ہمارے یہاں جامعہ میں مراد آباد انڈیا سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے داماد حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے تھے ہم سب اُن سے ملنے میں مشغول تھے کہ ٹیلیفون کے ذریعہ مولانا اوکاڑوی مرحوم کے انتقال کی خبر ملی یُوں لگا جیسے دُنیا تاریک ہوگئی ہو چند لمحے پہلے جو خوشیوں کے لمحات تھے وہ غم میں بدل گئے اور اس طرح اچانک فضا سوگوار ہوگئی اور ہر چیز اُداس نظر آنے لگی۔ صبح کو ہم مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب زید مجدہم کی رفاقت میں اوکاڑہ

مولانا کے گھر پہنچے اُس وقت وہ لوگ غُسل کی تیّاری کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم مولانا کے غُسل اور تکفین و تجہیز میں شریک ہُوئے۔ نماز عصر سے قبل مولانا کے گھر کے پاس اسکول کی گراؤنڈ میں جنازہ ہُوا جو مولانا مرحوم کے شیخ زادے مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھایا، مغرب سے قبل والد کے پہلو میں آپ کی تدفین ہُوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے راہِ حق کا وہ مسافر جو اپنے اس سفر میں تھک کر چور ہو چکا تھا راحت و آرام کی ابدی نیند سو گیا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مولانا کی تدفین کے بعد ہم لوگ واپس ہُوئے تو یُوں محسوس ہُوا جیسے مولانا کی رُوح ہمیں مخاطب کر کے کہہ رہی ہے

چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے چراغِ زندگی ہو گا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
جوانو: اَب تمہارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے تمھی ہو گے فروغِ بزمِ امکاں ہم نہیں ہوں گے

مولانا تو ہمیں چھوڑ کر چل دیے لیکن اُن کی یاد بُھلائے نہیں بُھولتی یُوں لگتا ہے جیسے

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اَب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے آمین؛ یا ارحم الراحمین آمین۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہُوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہُوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرما دیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)

گجرات کا بھیانک زلزلہ

تازیانۂ عبرت

۲۶ /جنوری ۲۰۰۱ء کو صبح کے وقت پوری قوم یوم جمہوریہ تقریبات کی انجام دہی میں مشغول تھی کہ زلزلہ کے ایک خوفناک جھٹکے نے مغربی ہندوستان کے صوبہ گجرات کے ایک بڑے علاقے کو (جو تقریباً ڈھائی سو مربع کلو میٹر پر مشتمل تھا) سیکنڈوں میں تہ و بالا کر ڈالا، بڑی بڑی فلک بوس عمارتیں تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئیں۔ شاندار بنگلے اور فلیٹ دیکھتے ہی دیکھتے زندوں کے قبرستان میں تبدیل ہوگئے۔ شاہراہوں میں دراڑیں پڑ گئیں حتّٰی کہ کئی آبادیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں، محتاط اندازے کے مطابق جانی نقصان ایک لاکھ افراد سے کم کا نہیں ہے جبکہ مالی اعتبار سے ہزاروں کروڑ روپے کی مالیتیں تباہ و برباد ہوچکی ہیں۔ راحت کار تنظیموں کا خیال ہے کہ اگر مسلسل ۴-۵ مہینے بھی لگاتار پوری سرگرمی سے آبادکاری کی جائے پھر بھی نقصانات کی تلافی نہیں کی جاسکے گی اور آبادیوں کو رہائشی سہولتیں دستیاب نہ کرائی جاسکیں گی۔ اللّٰھم احفظنا منہ

بلاشبہ یہ موقع قومی اعتبار سے تعزیت کرنے کا ہے اور اس حادثہ میں جو لوگ بھی کام آتے انسانیت کے ناطے ان سے یقیناً ہمدردی کرنی چاہیے اگرچہ تناسب کم ہے لیکن بہت سی مسلم آبادیاں بھی حادثہ سے متأثر ہوگئی ہیں۔ بعض مدارس و مساجد کو بھی سخت نقصان پہنچا ہے۔ اس اعتبار سے ہر ممکن غمخواری بلکہ تعاون کی ضرورت ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس خاص موقع پر یہ اندوہناک قدرتی آفت ایک زبردست تازیانۂ عبرت کی حیثیت رکھتی ہے کسے نہیں معلوم کہ گزشتہ کئی مہینہ سے ہندو شدت پسندوں کی طرف سے بابری مسجد کے مسئلہ کو لے کر مسلمانوں کے خلاف انتہائی اشتعال انگیز اور اہانت آمیز بیانات آرہے تھے اور ابھی چند روز قبل الٰہ آباد کے مہاکنبھ میلہ میں وشو ہندو پریشد کی طرف سے منعقد ہونے والی "دھرم سنسد" (مذہبی پارلیمنٹ) میں تو مذہب اسلام اور مسلمانوں کے متعلق دریدہ دہنی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے گئے

تھے۔ اس سلسلہ میں ایک دریدہ دہن بدزبان سادھو نے یہاں تک کہنے کی جسارت کی تھی کہ "اگر مسلمانوں کے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی دوبارہ دُنیا میں آجائیں تو وہ بھی بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے سے روک نہ سکیں گے۔" (نعوذ باللہ من ذلک) ان مذہب کے ٹھیکیداروں میں ایسا جنون اور مدہوشی تھی کہ انہیں سوتے جاگتے بس مندر ہی نظر آرہا تھا اور صوبائی اور مرکزی حکومت کی پوری طاقت ان بدزبانوں کو برابر شہ دے رہی تھی۔ اس لیے کہ یہ حکومتیں آس لگائے بیٹھی تھیں کہ یہ مذہبی جنون ہی قوم کے ذہن کو اصل مسائل سے ہٹا کر اُن کی حکومت کی ڈوبتی کشتی کو کنارے لگا سکتا ہے۔ اُن کی ان بدترین اشتعال انگیز اور مذبوحی حرکتوں کا مسلمانوں نے جس صبر و تحمل اور آئینی انداز میں جواب دیا وہ انتہائی قابلِ ستائش تھا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور جمعیۃ علماء ہند اور تمام ہی معتبر تنظیموں نے اس مسئلہ پر حد درجہ احتیاط اور سنجیدگی اپنا کر اپنے امن پسند ہونے کا پختہ ثبوت فراہم کر دیا۔

مگر ۲۶ جنوری کو جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ذرا سی جھلک دکھائی تو ساری قوم کے ہوش اُڑ گئے اور بی جے پی، آر ایس ایس اور وشو ہندو پریشد کے مہا پرش جو کل تک "مندر وہیں بنائیں گے" کے نعرے سے زمین آسمان ایک کیے ہوئے تھے ایک ہی جھٹکے میں رام مندر بھول کر زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے کاسۂ گدائی لے کر در در گھومنے لگے اور انسانیت کی دہائی دیتے ہوئے چندے کی اپیلیں کرنے لگے۔

اللہ کی طرف سے یہ کوئی نئی تنبیہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی بابری مسجد کی شہادت کے بعد ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۹ء میں لاتور (مہاراشٹر) اور اترانچل میں بھیانک زلزلے آچکے ہیں لیکن ان فرقہ پرست شدّت پسندوں نے ان سے کوئی سبق نہیں لیا اور برابر غرور و تکبّر اور ہٹ دھرمی کی پالیسی پر عمل پیرا رہے اب بھی وقت ہے قادرِ مطلق کے نافرمانوں کو اپنی حرکتوں سے باز آجانا چاہیے اور اس خدائے ذوالجلال کو خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو زبردست انتقام والا اور باغیوں کو ٹھکانے لگانے پر پوری طرح قادر ہے۔ مظلوم طبقات کو زیادہ دن تک دبایا نہیں جا سکتا، جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو منٹوں میں ظالموں کا سارا غرور خاک میں مل جاتا ہے حالیہ زلزلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے خدا کرے کہ اس سے واقعی عبرت حاصل کرنا سب کے لیے آسان ہو۔ آمین (بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی)

(قسط: ۲، آخری)

ربّانی اور شیطانی نظام کی کشمکش

ایک اندیشہ جو واقعہ بھی بن سکتا ہے

از: راشد وحید قاسمی سیتاپوری

سرِ دست ہم ایک عبوری دَور سے گزر رہے ہیں جس میں مسجد اقصٰی پر یہودی قبضہ، اسلامی ممالک کے سقوط، اور اسلامی تہذیب و شناخت پر پیہم یلغاروں کے واقعات پیش آنے ہیں، جن میں پُورے عالم کا کوئی ملک مشکل ہی سے اپنا دامن بچاسکے گا، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایٹمی کے بجائے جراثیمی جنگ کی آگ پھیلے گی، جس ہولناک جنگ کا پہلا مقدمہ خلیج میں امریکی افواج کا اُترنا اور عراق کو تہ تیغ کرنا تھا، اب دوسرا مقدمہ بلکہ نشانہ مسجد اقصٰی کے احاطہ میں یہودی فوجیوں کا گھس کر فلسطینی جھنڈوں کا پھاڑنا اور احتجاج کرنے والے نہتے فلسطینیوں کا بے دردی سے قتل کرنا ہے، ساتھ شمال مشرق میں انڈیا کو اپنا مہرہ بناکر ابلیسی فضا تیّار کرنا ہے، اس طرح یہودی سن مقلیس کی تکمیل کے لیے مختلف تین میدانوں میں بیک وقت مُہم جاری ہے۔

ایک جنوب مشرق، جو مستقبل کی جنگ کا پہلا اور عمودی محاذ ہوگا

شمال مشرق، جہاں سے یہود مخالف ممالک کی گوشمالی کی جائے گی۔

عالمی میڈیا، جس کے ذریعہ آم کو املی اور املی کو آم بناکر پیش کیا جائے گا۔

ان حالات کے پیشِ نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ دُنیا اب فساد فی الارض کے آخری مرحلہ تک پہنچ چکی ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وہ پیشین گوئی پُوری ہونے والی ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا۔

(۱) عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة

وخروج الملحمة فتح قسطنطنية و فتح قسطنطنية خروج الدجال (ابوداؤد وعن معاذ بن جبل)

ترجمہ: بیت المقدس کا آباد ہونا اور اس کا استعماری ہاتھوں میں چلا جانا، مدینہ منورہ کی تباہی کا باعث ہوگا اور مدینہ منورہ کا تباہ ہونا ایک جنگِ عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، اور اس جنگِ عظیم کا وقوع پذیر ہونا قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کی آمد کی نشانی ہوگی۔

ایک مرتبہ زمانہ مابعد نبوّت سے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے ترتیب وار بہت سے فتنوں کا ذکر کرکے اخیر میں فرمایا:

(۲) ثم فتنة الدهيماء لا تدع أحدا من هذه الأمة إلا لطمته لطمة فإذا قيل انقضت تمادت يصبح الرجل مومنا ويمسي كافرًا حتى يصير الناس إلى فسطاطين فسطاط إيمان لا نفاق فيه وفسطاط نفاق لا ايمان فيه فإذا كان ذلك فانتظروا الدجال من يومه أو من غده۔ (ابوداؤد وعن عبداللہ بن عمرؓ)

(ترجمہ) اخیر میں واقع ہونے والا فتنہ کالی آندھیوں کی طرح ہوگا، جس میں اُمّتِ محمّدیہ کے ہر فرد کو ایک آدھ تھپیڑے لگیں گے اور جب کہا جائے گا کہ وہ فتنہ ٹل گیا، تو مزید بڑھے گا یہاں تک کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ صُبح کو آدمی مومن ہوگا شام کو کافر ہوجائے گا، حتّٰی کہ لوگ دو خیموں میں بٹ جائیں گے ایک خالص مومنین کا خیمہ جہاں نفاق کا گزر نہ ہوگا، اور ایک نرے منافقین کا خیمہ جہاں ذرہ برابر ایمان نہیں ہوگا، جب وہ وقت آجائے تو دجال کا انتظار کرنا اسی دن نکلے گا یا دوسرے دن۔

(۳) العبادة في الهرج كهجرة إليّ" (مسلم)

ترجمہ: کھلی موت اور غارت گری کی حالت میں عبادت میری طرف ہجرت کی طرح ہے۔

ان احادیث میں قابلِ غور یہ چند چیزیں ہیں:

۱۔ بیت المقدس کی مکمّل آبادکاری

۲۔ مدینہ منورہ کی خرابی اور اس کے بعد ہولناک جنگ۔

۳۔ کالا فتنہ

۴۔ فسطاط ایمان و فسطاط نفاق

۵۔ عبادت کا ثواب ہجرت کے برابر

لف و نشر غیر مرتّب کے طور پر اس کی تشریح کی جاتی ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے فتنة الدهيماء کی ابتدار جنگِ عظیم اوّل سے ہو چکی ہے، اور دجال کی آمد تک ممتد ہوگی۔ فتنہ الدهيماء کی درمیانی مُدّت میں وقوع پذیر ہونے والے حادثات کو حدیث مُبارکہ میں لقطع الليل المظلم اور آخری مرحلہ پر ہونے والی شدید اور ہولناک جنگ کو الملحمة سے تعبیر کیا گیا ہے، ہم پہلی جنگِ عظیم کے بعد فتنہ الدهيماء کے درمیانی دَور میں داخل ہو چکے ہیں اور دوسری جنگِ عظیم، خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ، قیامِ اسرائیل، سقوطِ بیت المقدس، تقسیمِ پاکستان، معرکہ خلیج، یوگوسلاویہ اور رومانیہ و بلغاریہ میں مُسلمانوں کا قتلِ عام البانیہ سے جلاوطنی بوسنیا، ہرزے گووینا، کروشیا، سربیا اور چیچن میں قتل عام ہی وہ فتنے ہیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح تہ بہ تہ اور سلسلہ وار واقع ہو رہے ہیں۔ ایک فتنہ دب نہیں پاتا کہ دوسرا اُبھر آتا ہے۔ بایں ہمہ مُسلمان اکثریّت سیاسی، تجارتی اور سماجی طور پر ایمان سے کُفر کی طرف پھر چکی ہے اس لیے کہ اسلامی حکومت کے نفاذ کا جذبہ عنقا ہے، سود کی حرص حد تک چاہت ہے اور اپنے عمل و کردار اور شعار و شناخت سے بھی مُسلمان نظر نہیں آتے، تاہم ۱۰ / ۱۵ فیصد لوگ ایسے ہیں جو کسی قدر مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم ہیں، وہ وقت عنقریب آنے والا ہے، جب مخلص اور منافق الگ الگ خیموں میں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اس کی ابتدائی تیاریاں مکمّل ہو چکی ہیں، چنانچہ ۱۹۹۹ء میں منظور کیے جانے والے نئے میثاق ناٹو میں مذکور (NEW Stratejic Concept) کے تحت دُنیا میں موجود دہشت گرد نظام، دہشت گرد ممالک، دہشت گرد معاشرے، دہشت گرد تنظیمات، دہشت گرد شخصیات اور دہشت گرد افراد کے خاتمہ پر زور و شور سے عمل درآمد ہو رہا ہے اور بشمول انڈیا دُنیا کے اکثر ممالک اس ناٹو کے نئے میثاق پر عمل کرنے کو باعث فخر سمجھتے اور یہ بھی واضح رہے کہ مذہب اسلام کو دہشت گردی سے جوڑا گیا ہے، پاک و افغان مسلم ممالک دہشت گرد ہیں۔ الاخوان، حرکۃ المجاہدین وغیرہ بیشتر اسلامی تنظیمیں

دہشت گردی پھیلاتی ہیں، مدارس و مساجد دہشت گردی کے اڈے اور علماء و طلباء صفِ اوّل کے دہشت گرد ہیں ـــــ بن لادن وغیرہ اسلامی شخصیات دہشت گردی کی سرپرستی کرتی ہیں، اب صرف مرحلہ افراد کا باقی رہ گیا ہے جس دن ہر فرد مسلم پر دہشت گردی کا الزام لگے گا وہی دن مومن و منافق کی پہچان کرنے کا فیصلہ کن دن ہوگا، مگر اس دن کی آمد سے قبل ابھی ایک مرحلہ باقی ہے اور وہ ہے عمران بیت المقدس کے بعد مسجد اقصیٰ پر قبضہ جس کی ابتدائی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور مسجد اقصیٰ سے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی گئی ہے، آخری تیاریوں کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ ۴ سال اور لگیں گے کیونکہ یہود نے زمین، عطارد، مریخ و زہرہ اور چاند نظامِ شمسی کے چار بڑے سیاروں پر قبضہ کر لیا ہے اور بری، بحری اور فضائی افواج کا ایک متحدہ کمانڈ تیار کر لیا ہے اور اسپیس کمانڈ کمپلیکس (Space Command Complex) کی تعمیر کا کام ۱۹۹۸ء سے خلا میں شروع کر دیا گیا ہے جس کی تکمیل دو ہزار چار (۲۰۰۴) تک ہو جائے گی، اس کے تیار ہوتے ہی ایک ہولناک جنگ کا آغاز ہو جائے گا جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، اسی کو احادیث میں الملحمۃ اور الھرج سے تعبیر کیا گیا ہے، ابتداءً مسلم ممالک کو عالمی سطح پر عراق کی طرح دہشت گرد قرار دے کر انھیں نشانہ بنایا جائے گا، پھر مسلم سوسائٹیوں اور اداروں کو بالکلیہ ختم کرنے کی کوشش ہوگی، پھر اسلامی شخصیات پر حملے ہوں گے، پھر وہ وقت بھی آئے گا کہ مسلم افراد جو کسی طرح بھی اسلام پسند ہوں گے ان کے روزہ نماز اور حج و زکوٰۃ پر پابندیاں عائد ہوں گی، اگر حکم امتناع کے بعد بھی کوئی شخص اسلامی اعمال و افعال سے باز نہیں آئے گا تو اُسے اعلانیہ طور پر قتل کر دیا جائے گا، اس لیے کہ یہود کے جاسوسی سیارے پوری دُنیا کے ہر گوشہ میں ہونے والی حرکت، کو ہتھیلی کے نشانات کی طرح دیکھ رہے ہیں اور خبر دے رہے ہوں گے، یہی وہ وقت ہوگا، جب عبادت کرنا رسول اللہ کی طرف ہجرت کے برابر ہوگا، اور اسی وقت مخلص اور منافق، مومنین دو خیموں فسطاط ایمان اور فسطاط نفاق میں تقسیم ہو جائیں گے، جہاں دو رخی قطعاً نہیں ہوگی ایمان کے خیمہ میں خالص مومنین اور نفاق کے خیمہ میں نرے منافقین ہوں گے۔ یہ جنگ دراصل ایمان و کفر اور نظامِ الٰہی اور ابلیسی کے مابین برپا ہوگی جس کا ایک فریق مُسلمان اور دوسرا فریق یہود ہوں گے اس جنگ میں ایٹمی اور نیوکلیائی سے بڑھ کر جوہری، اسٹریجک اور جراثیمی اسلحے بڑے پیمانے پر استعمال ہوں گے جس سے انسان و حیوان کے ساتھ نباتات و جمادات بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے، مسجد

اقصیٰ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اسی جنگ کی بارود میں آگ لگانے کا پیش خیمہ ہے، مسجد اقصیٰ کے تباہ ہونے یا اس پر قبضہ ہوتے ہی وہ جنگ شروع ہوجائے گی، اسی مقصد کے لیے امریکی فوجی اڈا فلپائن سے بحیرۂ عرب میں منتقل کیا گیا ہے اور خلیجی ممالک میں روز بروز امریکی فوج کا عدد بڑھتا ہی جارہا ہے، اسی طرح جرمنی میں متعین فوجی مستقر کو کوسو میں منتقل کرلیا گیا ہے، ساتھ ہی عیسائی برادری جو اسلام کے تئیں نرم گوشہ رکھتی تھی ان کے ممالک کو "سربیا" کی شکل میں تباہ کردیا گیا اٹلی یونان اور یوگوسلاویہ میں یہودی افواج کے اڈے قائم کردیے گئے۔ معا بوسینیا کروشیا یوگوسلاویہ گووینا اور سربیا میں مسلمانوں کا قتل عام کرکے یا انھیں جلاوطنی کا پروانہ دے کر ان محاذوں کو پوری طرح محفوظ اور مضبوط کرلیا گیا، اب زور اسپیس کمانڈ کمپلیلس کی تیاریوں پر ہے جس کے تمام ہوتے ہی الملحمۃ (Total Blast) ہوگا، اولاً یہودی مسجد اقصیٰ پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے، جیسا کہ ایریل شیرون کی حالیہ حرکت سے ظاہر ہے اگر آسانی کے ساتھ قبضہ نہ ہوسکا تو کسی روز خفیہ طور پر اسے ڈائنامیٹ کردیا جائے گا اور فلسطینیوں کے سر اس کا الزام تھوپ کر فلسطین پر قبضہ کی کوشش کی جائے گی۔ مصر اور شام، یمن و عمان اور خلیجی ممالک کی طرف سے ردِّ عمل کی صورت میں بحیرۂ عرب میں موجود امریکی فوجی اڈا اور خلیج میں مقیم امریکی فوج استعمال کی جائے گی اور اس کا مقصد اسرائیل کے دفاع کے بجائے سراسر اقدام اور عراق، شام، اُردن، لبنان، یمن، کویت مصر، سعودی عرب اور امارات پر قبضہ ہوگا۔ اسی طرح دوسرا محاذ شمال مشرق میں لڑا جائے گا، کیونکہ فلسطین پر مظالم اور قبضہ کے بعد ایران، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ملیشیا، انڈونیشیا خاموش نہیں رہ پائیں گے۔ اُن کی سرکوبی کے لیے انڈیا اور رُوس آگے بڑھیں گے، ساتھ ہی خلائی کمانڈ کا بھی استعمال ہوگا جو سب سے زیادہ خطرناک اور کامیاب نتائج کا حامل بنے گا۔ اس جنگ کا مقصد پُورے عالم پر یہودیت کا قبضہ ہوگا اور یہود اپنے اس آخری مقصد کے حصول کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے جس میں اسلامی ممالک کے ساتھ ساتھ اُن سے نبرد آزما اسرائیل کے حلیف انڈیا وغیرہ بھی یقیناً تباہ ہوں گے، اسی صورت میں پُورے عالم پر یہودی استیلاء کا خواب اور منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا۔

سرِ دست رُوس کی پاکستان سے دوستی، یا گاہے بگاہے رُوس و امریکہ کے نقطۂ نظر میں اختلاف یا چھوٹے چھوٹے معرکوں میں افغانستان کی طرح رُوس و امریکہ کی ایک دوسرے کے خلاف امداد سے اس خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ اگلی جنگ میں وہ ایک دوسرے کے حریف بن سکتے ہیں، کیونکہ وہ دونوں نظام یہودی

عالمی کانگرس کے وضع کردہ اور پروردہ ہیں، جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا جاچکا، مزید اس کی وضاحت امریکہ کے سابق صدر نکسن کے اس مضمون سے بھی ہوتی ہے جو امریکہ سے نکلنے والے ماہنامے "فارن افیئرز" کے اکتوبر ۱۹۸۵ء کے شمارے میں شائع ہُوا تھا، جس میں اُنھوں نے لکھا تھا۔

While we should hold the soviets accounnt table for the action they take that are opposed to our intessts, we should aecognie that they are not responsible for all of the troub les in the world. The income gap between nation that provice raw materials and those that consime them; famine dur to climate aures, radical muslim fundamentalist and errorist movements emanating from Libya and Iran all of these problems would exist even if sovite union did not exist. But rether than exaloiting sure problous the Sovite Union should join the United States and other wetenn nations in cosgating them. The Sovite should be esplically concorned about the rise of Muslim fundamentalism, not only beacuse ane-third of the population, of the Coviet Union is Muslim, but also beacuse the Muslim revolution completes with the revolution for the sun ont of people in third world nation6. (Richard Mion; Fereign Affairs; October 1985)

ترجمہ: ہم امریکی لوگ جب روسیوں کو ان اقدامات کا ذمّہ دار قرار دیتے ہیں، جو وہ ہمارے مفادات کے خلاف کرتے ہیں، اس وقت ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ رُوسی دُنیا میں پیدا ہونے والی تمام مشکلات کے تن تنہا ذمّہ دار نہیں ہیں۔ خام مال پیدا کرنے والی قوموں اور ان کو خرچ کرنے والی قوموں کے درمیان پایا جانے والا آمدنی کا فرق، آب و ہوا کے اسباب کے نتیجہ میں پڑنے والا قحط، مُسلمان بُنیاد پرستوں کی انقلابی تحریکات اور دہشت گردی کی وہ تحریک جو لیبیا اور ایران سے اس وقت اُٹھ رہی ہے۔ یہ ایسے مسائل وحالات ہیں کہ بالفرض رُوس موجود نہ بھی ہوتا پھر بھی یہ مسائل پیش آکر رہتے، لیکن ان مسائل کا استحصال کرنے کے بجائے رُوس کو چاہیے کہ اُن سے نپٹنے کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور دیگر مغربی اقوام کے ساتھ تعاون کرے، رُوسیوں کو اس وقت مسلم بُنیاد پرستی کے تئیں زیادہ تشویش ہونی چاہیے، محض اس لیے نہیں کہ رُوس کی ایک

تہائی آبادی مُسلمان ہے بلکہ اس لیے بھی کہ تیسری دُنیا کے عوام کی حمایت کے معاملہ میں اسلامی انقلاب اشتراکی نظام کا پُورا حریف بننے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔ (فارن افیئرز اکتوبر ۱۹۸۵ء)

اس سے کہیں زیادہ واضح انداز میں رُوس و امریکہ کی یک جہتی ۱۹۴۸ء کے ایک واقعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان ہُوا، جو سراسر امریکہ اور برطانیہ کی جانب سے تھا تو اس کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ملک کوئی اور نہیں خود سوویت یونین ہی تھا، چنانچہ یہ ایک تاریخ ہے کہ جب بحیثیّت ریاست کے پاکستان نے اس پر اقوامِ متّحدہ میں احتجاج کیا تو پاکستان کو سخت ترین انتباہ دینے والا شخص کوئی اور نہیں بلکہ خود گرو فیکو تھا جو سلامتی کونسل میں رُوس کا نمائندہ تھا۔" (یاساری الجبل ۱۸)

اس تاریخ کی روشنی میں یہ اندازہ ننانوے فیصد دُرست معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ پر قبضہ یا اس کے ڈائنامیٹ ہونے کی صورت میں اس کے ردّعمل میں جو محاذ شمال مشرق میں قائم ہوگا اس کا سب سے بڑا حریف رُوس ہوگا اور اس بار انڈیا بھی اپنی اسلام دُشمنی اور اسرائیل کے تئیں وفاداری کے تحت اس میں شانہ بشانہ شریک ہوگا، جس کا نتیجہ ترقی ہند کے بجائے تباہی ہند کی صُورت میں سامنے آئے گا، ساتھ ہی دُنیا کے تقریباً ہر ملک میں داخلی اور خارجی سطح پر خونریز فسادات ہوں گے جس کی وجہ سے پُورا عالم جنگ کا میدان اور ہر فرد بہ نفس نفیس اس کے دو فریقوں میں سے کسی ایک کا حلیف بن جائے گا، جیتنے والا فریق ہر طرح بامراد اور ہارنے والا ہر سطح پر نامراد ہوگا۔

اس ہولناک تیسری عالمی جنگ میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُمّت محمّدیہ سیاسی معاشی اور علمی کُفر سے تائب ہو کہ قرآن و سُنّت میں غور کرے کہ اس کی کامیابی و کامرانی اور سُرخ روئی و سرفرازی کے لیے کیا شرائط رکھی گئی ہیں ان پر پُورا اُترنے اور اُن کے مقتضیات کو روبعمل لانے کی کوشش کرے تبھی اسے سر پر کھڑی ہُوئی حتمی عالمی جنگ میں کامیابی مل سکتی ہے۔ گہری نظر سے قرآن و حدیث کے استیعابی جائزہ سے فتح و کامرانی کے تعلق سے حسب ذیل شرائط ملتی ہیں۔

(۱) انتم الأعلون ان کنتم مومنین

ترجمہ: اور تمہیں سربلند ہوگے بشرطیکہ مومن رہے۔

(۲) وأعدوا لھم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من

شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون (الانفال: ۶۰)

ترجمہ: اور اُن کے مقابلے میں جتنی قوت جمع کر سکتے ہو کرو، اور گھوڑے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے دُشمنوں اور اپنے دُشمنوں کو دہشت زدہ رکھو اور ان کے علاوہ ان خفیہ دُشمنوں کو بھی جنھیں تم نہیں جانتے اللہ اُنھیں جانتا ہے اور جو کچھ بھی تم اللہ کے راستے میں خرچ کروگے، تمھیں پُورا اجر دیا جائے گا اور تم پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

(۳) من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الإسلام من عنقہ (ابوداؤد)

ترجمہ: جو ایک بالشت بھی جماعت سے ہٹا اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے نکال پھینکا۔

(۴) لکل أمۃ فتنۃ و فتنۃ أمتی المال (احمد) ترجمہ: "ہر اُمّت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری اُمّت کا فتنہ مال ہے"۔ ان آیات و احادیث کی روشنی میں چار شرائط سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ایمانی پختگی۔ ۲۔ عسکری قوت کی فراہمی۔ ۳۔ اجتماعیت اور اتحادِ ملّت۔ ۴۔ مال حرام سے پرہیز اور معاشی استحکام

درحقیقت یہی وہ چار بنیادی شرائط ہیں جنھیں پُورا کر کے اُمّتِ محمدیہ آج تک کامیابی کے ساحل تک پہنچتی آرہی ہے، آج اس عظیم اور منصبی اُمّت کا المیّہ یہی ہے کہ اُن میں سے ایک شرط پر بھی پُوری نہیں اُتر رہی، نہ اللہ کی ذات پر اسے ایمان و یقین ہے نہ اس کے پاس فوجی اور عسکری قُوّت ہی ہے ملّت کا حال یہ ہے کہ اس کا ایک ایک تار بکھر گیا ہے، عوام و حکمراں کیا علماء و دانشوران ہی ایک پلیٹ فارم پر نہیں، معاشی افلاس ان کا نشان و علامت ہے اور جن کے پاس مال ہے بھی، وہ حرام ذرائع سے حاصل کیا ہُوا۔ فأنی یستجاب لہ دعاء، تو اس کی دُعا آخر کیوں کر قبول ہو۔

لیکن اُنھیں یہ ہمہ وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ آنے والا وقت اُن کے لیے سابقہ اوقات و عہود سے زیادہ ہولناک اور کانٹوں بھرا ہوگا، اس وقت اُنھیں تصوّر میں آنے والی شدید سے شدید ترین آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا، تیاّریوں کے لیے چند ایام بلکہ لمحات بچے ہیں، اس مختصر وقت میں اُنھیں چاروں شرائط پُوری کرنی ہیں جبکہ دُشمن ہر طرح سے اپنی آخری تیاریاں مکمّل کر چکا ہے۔ اوّلاً اللہ کی ذات پر یقین مضبوط کریں، عسکری قُوّت کو زیادہ سے زیادہ اپنا پیٹ کاٹ کر فراہم و مضبوط کریں، حرام کمائی سے توبہ، دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، ایمانی اور عسکری پروڈکشن جتنا زیادہ مضبوط ہوگا، فتح اور کامیابی کے امکانات اتنے ہی قوی ہوں گے۔ (نعم المولیٰ ونعم النصیر)

اُٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مولانا راحت گل

وحدتِ ادیان کا زہرِ ہلاہل

جاپان میں انٹرنیٹ پر یہ خطرناک خبر پڑھی کہ وحدتِ ادیان کی آئندہ کانفرنس ۲۰۰۱ء ماہ فروری[1] میں پاکستان میں ہوگی جس کا افتتاح پرویز مشرف صاحب فرمادیں گے، بظاہر یہ چھوٹی سی خبر ہے مگر دراصل یہ دینِ اسلام کے خلاف بہت بڑی اور گہری سازش ہے۔ ہمارے خیال میں بہت سے مُسلمان اس کی سنگینی سے ناآشنا ہوں گے، اس لیے ذیل کی سطور میں اس سلسلہ کی چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

وحدتِ ادیان کیا ہے؟

اسلام کے خلاف یہود و نصارٰی کی ایک اور تحریک، جس کے متعدد اجلاس امریکہ وغیرہ میں ہوچکے ہیں، اَب اس تحریک کو عالمِ اسلام میں متعارف کرانے کے لیے، جس ملک کو چُنا گیا وہ ہے پاکستان۔ کیونکہ اگر پاکستان سے اس تحریک کو حمایت ملی، تو پھر بڑی تیزی کے ساتھ دیگر مسلم ممالک میں بھی پھیلائی جا سکے گی۔ چنانچہ غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کو چند مراحل پر تقسیم کرکے اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

پہلا مرحلہ: اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بحیثیت ایک دین کامل نظامِ حیات کے ختم کرکے دیگر مذاہب کی سطح پر لاکر برابر کردینا اور یہ باور کرانا کہ اسلام یہودیت، نصرانیت، بدھ مت، جین مت وغیرہ تمام مذاہب برابر ہیں۔ سب کو صلح و آشتی کے ساتھ اپنی اپنی مذہبی رسومات ادا کرنی چاہییں، مسجد گرجا، صومعہ، مندر، شوالا اور ٹمپل میں کوئی امتیازی فرق نہیں کیونکہ سب کا مقصد ایک ہے یعنی اللہ تک رسائی، ہر مذہب والے اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنی مذہبی رسومات ادا کرکے نکلیں تو ایک ہی نظامِ زندگی، ایک ہی قانون کی پابندی کریں۔ (جو نیو ورلڈ آرڈر کی صورت میں

---

[1] ممکن ہے بعد ازاں کسی وجہ سے تاریخ کی تبدیلی کا فیصلہ ہوگیا ہو یا کسی اور ملک میں منعقد کرنے کا سوچا جارہا ہو۔ واللہ اعلم۔ (ادارہ)

دُنیا پر مسلّط کیا جا رہا ہے)۔

مقصد یہ ہے کہ اس عقیدہ کو ختم کر دیا جائے جس میں ہے کہ " ان الدین عند اللّٰہ الاسلام" اور اسی طرح اس آیت ربّانی کو بھی عملاً منسوخ کر دیا جائے کہ " ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون"

وحدت ادیان کے اس شیطانی منصوبے کے علاوہ اسلام کی امتیازی شان کو ختم کرنے کے لیے امریکہ میں تقریباً چار سو اسی صفحات پر مشتمل ایک مفصل کتاب (مین گائیڈ سرچ فار گاڈ) شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تمام مذاہب کی مذہبی رسومات کی تصویریں بھی چھاپ دی گئی ہیں اور تیس لاکھ سے زیادہ تعداد میں دُنیا بھر میں یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی ہے اس کتاب کے آخر میں یہ خلاصہ دیا گیا ہے کہ: "اگر آپ حقیقی گاڈ تک رسائی چاہتے ہیں تو بائبل کا مطالعہ کیجیے، آپ بائبل کے ذریعے گاڈ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہم سے رابطہ کیجیے، ہم بلا معاوضہ اور مفت آپ کی خدمت کے لیے تیّار ہیں"۔ مجھے یہ کتاب جاپان میں ملی، پھر امریکہ میں چار ماہ رہ کر اس نئی چال کے متعلّق مزید معلومات سے آگاہی حاصل ہُوئی، اس دعوت گناہ کا مقصد اسلام اور کُفر کے مابین قائم امتیازی فرق کو مٹا کر اسلام کو دیگر باطل مذاہب کے برابر کر دینا ہے تاکہ شراب نوش، خنزیر خور، زنا کار، جنس پرست اور لوطی قسم کے لوگوں کے ساتھ وحدت ادیان میں شریک ہو کر ہر اُس کام کو جائز و حلال قرار دیا جائے جسے عوام اور پارلیمنٹ جائز و حلال قرار دے حالانکہ اسلام میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا اختیار صرف اللّٰہ تعالیٰ کو حاصل ہے کسی انسان حتّٰی کہ کسی پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ وحی الٰہی کے بغیر حلال و حرام کا از خود تعیّن کرے۔

اس کتاب کے مؤلف نے غیر محسوس طریقہ اپناتے ہُوئے اور انسانی نفسیات کو پرکھ کر یہ بات ذہن نشین کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مذاہب عالم کے پیروکاروں نے اللّٰہ تعالیٰ تک رسائی کے مختلف طریقے اپنا لیے ہیں، ہر فرد نے اپنے معاشرے، ملک یا پیدائشی ماحول یا اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں کے زیرِ اثر ہو کر خُدا تک رسائی کے مختلف راستے اختیار کیے ہیں، جبکہ مُسلمانوں کے متعلّق یہ اعتقاد یا خیال قائم کرنا سراسر غلط بلکہ بد دیانتی پر مبنی ہے کیونکہ مسلمان بذات خود مذکورہ بات کا دعوٰی نہیں کرتے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ ــــــ نے اپنی ذات اقدس تک رسائی کی راہ کی واضح نشان دہی کر دی

ہے مُسلمانوں کی امتیازی حیثیّت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں اُس کے بتائے ہُوئے راستے کو اختیار کرتے ہُوئے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اسلام پُوری دُنیا کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں ہمارے راستے کی صداقت میں شک و شبہہ ہو تو تم سب کے سب علماء، فضلاء، دانشمند، مذہبی پنڈت، سیاستدان اور سائنسدان مل کر اس جیسی ایک مثال پیش کرو... مگر تم ہرگز ہرگز پیش نہیں کرسکو گے تو اپنے انجام بد سے ڈرو جو ہماری بتائی ہُوئی راہ سے ہٹ کر خودساختہ شیطانی راستوں پر چلتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعو شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین"

وحدت ادیان ایک پُرفریب اور جاذبِ نظر نعرہ ہے کہ جس سے وہ لوگ بہت تیزی سے متأثر ہو رہے ہیں، جنھیں ہمارے ہاں اُونچی سوسائٹی کے لوگ یا مراعات یافتہ مغربی طبقہ کہا جاتا ہے، تمام دُنیا کے ترقی پذیر خاص کر اسلامی ممالک میں یہ اصطلاح بڑی تیزی سے پھیلائی جا رہی ہے اس وقت ۲۵ ممالک میں وحدتِ ادیان کے دفاتر قائم کیے جاچکے ہیں، پاکستان میں اس کا دفتر ۱۹۷ الے احمد بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ میں واقع ہے۔

اس سلسلہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک مشترکہ اجلاس ۱۱ راکتوبر ۲۰۰۰ء کو پشاور میں ہُوا جس میں شرکت کی مجھے بھی دعوت دی گئی لیکن میں اس لیے شریک نہیں ہُوا کہ پُوری دُنیا میں یہ بات پھیلائی جائے گی کہ پاکستان کا فلاں مولوی اور فلاں دینی مدرسے کا مہتمم بھی اس تحریک کی تائید کر رہا ہے، اس اجلاس کی صدارت پاکستان کے عالمی شہرت یافتہ ایک معروف عالمِ دین نے کی جبکہ جنرل سیکرٹری ایک عیسائی ہے اس تنظیم کا دفتر بھی لاہور میں ہے۔

وحدت ادیان کا ایک مقصد یہ ہے کہ حق و باطل کو خلط ملط کیا جائے، دوسرا یہ کہ اسلام جن ستونوں پر قائم ہے اُنھیں منہدم کیا جائے۔ تیسرا یہ ہے کہ مُسلمان غیر شعوری طور پہ ارتداد کی راہ اختیار کریں جب کہ قرآن مقدس نے ہمیں پہلے سے ہی اس سازش سے خبردار کر دیا ہے، چنانچہ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ودوالو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء"

نیز ارشادِ ربّانی ہے کہ: "ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان

استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر...۔"

دوسرا مرحلہ: اگر پہلے مرحلہ پر اُن کو کامیابی ہوگئی تو اس کے بعد گویا خود بخود یہ راستہ کھل جائے گا کہ خانہ کعبہ میں تمام مذاہب کے پیروکار اپنی اپنی مذہبی رسومات کے مطابق حج اور عمرہ ادا کریں، کیونکہ ان سب (خود ساختہ اور تحریف شدہ) مذاہب کا رشتہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ جڑا ہُوا ہے یہاں تک کہ مُشرک ہندو بھی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ برہمن دراصل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ نسبت کی بناء پر برہمن کہلاتے ہیں۔

مورخہ ۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو عالمی ذرائع ابلاغ سے یہ خبر سنی گئی کہ بوسنیا کے ایک شہر میں وہ مساجد اور کلیسے اقوام متحدہ دوبارہ آباد کر رہی ہے جو سربیا کی وحشی فوج نے جنگ کے دوران تباہ کیے تھے آج اس شہر میں ایک مسجد کا افتتاح ہو رہا ہے جس میں مسیحی اور یہودی، کروات اور مُسلمانوں کی ایک بڑی تعداد (سرب کے سوا) شرکت کر رہے ہیں۔ یہ خبر بھی اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ عالمی سطح پر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وحدت ادیان کی تحریک کو آگے بڑھایا جائے تاکہ اسلام کی امتیازی خُصوصیّت کو ختم کر کے دوسرے مذاہب کی صف میں لاکھڑا کر کے برابر کر دیا جائے۔

تیسرا مرحلہ: یہ شوشہ بھی چھوڑا گیا ہے کہ اب بڑی بڑی مساجد کے بجائے ایسے ہال تعمیر کیے جائیں جس کے ایک حصّہ میں مُسلمان، دوسرے میں یہودی اور تیسرے میں عیسائی اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں۔ اس کے بعد ایک مشترکہ "کتاب مقدس" مرتب کی جائے جو قرآن اور بائبل (تورات وانجیل) پر مشتمل ہو اسے مشترکہ عبادت گاہوں میں رکھا جائے۔ الحرز از مکر شیطان الحرز

اس خطرناک سازش کی راہ میں اگر کوئی بند باندھ سکتا ہے تو وہ صرف علماء و مشائخ پاکستان ہی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو متحد ہو کر اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے فوری طور پر کمر بستہ ہونا چاہیے کسی کو اس غلط فہمی میں مُبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ: "دہلی ہنوز دُور است" وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ فروری ۲۰۰۱ء آچکا ہے، جنرل صاحب کو باور کرایا جائے کہ وہ اس اجلاس میں شرکت نہ کریں، ورنہ وہ اپنے ہاتھوں اسلام اور مُسلمانوں کی قبر کھود یں گے۔

پاکستان میں قادیانی ریاست بنانے کی سازش

قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ پاکستان میں "الجنۃ" نام کی ایک آزاد ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ اس مجوزہ ریاست میں پاکستان، کشمیر اور ہندوستانی صوبہ پنجاب کے علاقے شامل ہیں۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی نے اپنی قیادت میں ایک نو رُکنی کمیٹی تشکیل دی ہے جس کا ہیڈ کوارٹر لندن ہوگا۔ یہ کمیٹی قیام ریاست کے منصوبہ کو تین سال میں پایۂ تکمیل تک پہنچائے گی، اس منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کے لیے ایک خُصوصی ٹیم بقرعید کے موقع پر پاکستان آئے گی۔

اخباری اطلاعات کے مطابق قادیانی سندھ میں ایک بہت بڑی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ نیز عیسائیوں کی طرز پر "الاحمدیہ" ریڈیو اسٹیشن کا قیام بھی اُن کے منصوبے میں شامل ہے۔ واضح رہے کہ قادیانی جدید مواصلاتی نظام اور ٹی وی چینل کے ذریعہ گمراہ کُن نظریات وافکار مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نیز بڑے شہروں میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے نوجوان لڑکیوں کو پھیلا دیا گیا ہے جو نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنسا کر قادیانیت کی طرف مائل کرتی ہیں۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا ۱۰/ فروری ۲۰۰۱ء ہفت روزہ الجمعیۃ ۹ تا ۱۵/ فروری ملخصاً)

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی، مراد آباد)

محمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ شمسیہ فخر المدارس
احمد پور سیال ضلع جھنگ

دین اور دہریّت

دین اور مذہب کی بُنیاد اس بات پر ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی ایک ازلی اور ابدی علیم و حکیم ذات موجود ہے جس کی حقیقت اور کنہ کو ہم نہیں پا سکتے۔ ہم سب اس کے محکوم اور اس کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اور دہریّت اس عظیم ہستی کے انکار کا نام ہے۔ اَب دیکھنا یہ ہے کہ دین اور دہریّت میں سے عقل و فطرت کے قریب و قرین کونسی چیز ہے۔ دین اسلام جن اُمور غیبیہ پر ایمان لانے کو کہتا ہے اُن کی بُنیاد خبر صادق پر ہے۔ انبیاء کرام جیسی بلند کردار اور پاکیزہ شخصیتوں نے پے درپے یہ خبریں دی ہیں جن کو جُھٹلانے کی ہمارے پاس کوئی معقول وجہ نہیں اور دہریّت ایک خیال احتمال ظن و تخمین اور اٹکل پچو پر قائم ہے۔ کسی ٹھوس دلیل پر قائم نہیں۔ بلکہ یہ اس دَور میں ایک فیشن بن گیا ہے کہ ہمیں کوئی بُنیاد پرست، قدامت پسند اور ملائیت کا طعنہ نہ دے سکے ہم بھی ماڈرن اور روشن خیال کہلا سکیں۔ یہ بات کہ خُدا کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی کیونکہ سمندر کو چلوؤں سے ماپنا بجائے خود حماقت ہے بلکہ اُس کو سمجھنے کی جسارت کرنا ہی سمجھ نہیں آتا۔ کیونکہ ہمیں تو اس جہان کی بہت سی چیزیں ابھی تک سمجھ نہیں آئیں جو اس کی مخلوقات ہیں بلکہ ساری مخلوقات کا ہم احاطہ بھی نہیں کر سکے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ خالقِ کائنات کی حقیقت کو جاننا تو بعد کی بات ہے۔ کہنے والے نے کیا خُوب کہا ہے۔

تو کار زمیں را نکو ساختی . کہ بر آسماں نیز پرداختی

تو زمین سے فارغ ہو چکا ہے کہ اَب آسمان میں بھی مشغول ہو گیا اور یہ عقل و فلسفہ ہے ہی کیا جس کے بل بوتے پر ہم یہ کوشش کریں جس طرح دوسرے حواس سمع و بصر وغیرہ ہیں اور اُن کی ایک حد ہے۔ کان ایک حد تک سُنتا ہے آگے نہیں سُنتا آنکھ ایک حد تک دیکھتی ہے آگے نہیں دیکھتی اسی طرح یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ دماغ بھی ایک حد تک سوچتا ہے آگے نہیں سوچ سکتا۔

ایک امریکی خلا نورد کہتا ہے کہ اس تمام تگ و دَو میں حقیقت تو کسی چیز کو حاصل نہ ہوئی۔ بے حد و حساب سیارات و نجوم کی حرکتوں کو دیکھ کر اور حیرانی بڑھ گئی۔ عقل کی حدِّ پرواز سے آگے وحی الٰہی یعنی نبوّت کی رہنمائی چاہیے۔ سائنس کی جولانگاہ عقل کی حد تک ہے اس سے آگے کے حقائق کی معرفت کا ذریعہ مذہب ہے ان دونوں کا میدان ایک نہیں کہ ٹکراؤ کی صُورت پیدا ہوسکے الغرض جو خدا تیرے ذہن میں سما جائے وہ خُدا نہیں تیری ذہنی مخلوق ہے خدا تو تیرے ذہن کا خالق ہے محدود ذہن میں لا محدود ذات کیسے سما سکتی ہے۔ ہاں عقل جس مسئلے کی مخالفت کرے اس کے خلاف دلائل قائم کرے اس کا انکار ضروری ہے ورنہ حق و باطل کا امتیاز ہی اُٹھ جائے گا لیکن جس مسئلے کے سامنے عقل گنگ ہو جائے وہ اس کی دسترس سے باہر ہو اور کوئی صادق و امین ہستی اس کی خبر دے کہ مسئلہ اس طرح ہے تو وہاں قامت مسئلہ کو خواہ مخواہ عقل کا تنگ لباس پہنانے کی کوشش کرنا غلطی ہے اور اس کو وہم کہنا خود وہم ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نظامِ کائنات میں ایک گہرا ربط اور معقول ترتیب ہے، چاند، سورج، ستارے سب ایک خاص نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں اور خود ہمارے جسم کی مشینری کا ہر ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ نہایت موزونیت کے ساتھ فِٹ ہے۔ ذرہ بھر اس ترتیب میں کچھ خلل واقع ہوجائے تو ہماری خوشگوار زندگی پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں ہر شخص جانتا ہے۔

علّامہ اقبال فرماتے ہیں :

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون　　کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار　　خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نُورِ آفتاب
کس نے بھردی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب　　موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

ربط و ترتیب سے یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ کوئی ذات ہے جس نے اپنے علم و حکمت سے اس نظامِ کائنات کو بنایا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہ سب کچھ اپنے آپ محض بخت و اتفاق سے ایسا ہوگیا ہے۔ مادے میں لاکھوں سال خود بخود ہونے والے تغیّرات کا یہ نتیجہ ہے تو کیا آپ اس کو بھی مان لیں گے کہ ایک شخص کے ذہن میں کوئی سوال اُبھرا وہ سوچنے لگا کچھ سمجھ نہ آیا تھک ہار کر بیٹھ گیا ایک دن دیکھا کہ کچھ بچّے کھیل رہے ہیں اور وہ ایک دوسرے پر سیاہی کی چھینٹیں اُڑا رہے ہیں کچھ چھینٹیں ایک دیوار پر بھی پڑ رہی ہیں اتفاق سے دیوار پر پڑنے والی چھینٹیں اس ترتیب سے پڑی ہیں کہ

نہایت سیدھی سطروں کے اندر خوشخطی کے ساتھ ایک با معنی عبارت تیّار ہوگئی جب اس شخص نے اس عبارت کو اوّل سے آخر تک پڑھا تو وہ اُس شخص کے ذہن میں اُبھرنے والے سوال کا مکمّل اور تسلّی بخش جواب تھا۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو یقین کیجیے کہ اس جہان میں بھی کوئی بخت و اتّفاق نہیں جو کچھ ہو رہا ہے نہایت علم و حکمت سے ایک ضابطے کے تحت وجود میں آ رہا ہے اور اگر کوئی شخص اسی بات پر مصر ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود ہو گیا ہے تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس طرح یہ جہان پہلے بقول اس کے خود بخود وجود میں آ گیا۔ اسی طرح خود بخود ختم ہو جائے اور دوسرا جہان خود بخود بن جائے۔ پھر خود بخود وہ ساری تفصیلات سامنے آ جائیں جو ایک مذہبی آدمی کہتا ہے۔ پھر خود بخود اس شخص کی زبان اقرار کرنے لگ جائے کہ یہ سب چیزیں خود بخود نہیں لیکن اس اقرار کا اس جہان میں کوئی وزن نہ ہو اور اس منکر کو آگ کے گڑھے میں دھکیل دیا جائے اور اس کے کانوں میں آواز آئے کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا

(سورہ یٰسین)

اس شخص کے اُصول کے مطابق تو اس امکان کو بھی رَد نہیں کیا جا سکتا کہ مَیں دقیانوسی، قدامت پسند اور تنگ و تاریک خیال والا سہی لیکن بزعمِ خویش بیدار مغز اور روشن خیال میری معروضات پر غور ضرور کریں۔ یہ ترقّی کے دلدادہ جو مذہب کو اپنی ترقّی میں آڑ سمجھتے ہیں ذرا سوچ کر بتائیں کہ مذہب کے بغیر آخر اُن حیثیّت اس جہان رنگ و بو میں کیا ہے۔ یہ سب نئی نئی سائنسی ایجادات کرنے کے باوجود ایک خود رو گھاس سے زیادہ حیثیّت نہیں رکھتے۔ جبکہ مذہب اسلام انسان کو زمین پر خُدا کا خلیفہ قرار دیتا ہے۔ مخدوم کائنات کہتا ہے۔ کاش! یہ اپنی حیثیّت پر غور کرتے اور اپنی خُدا داد صلاحیتوں سے خدا کی معرفت حاصل کرتے لیکن اُنھوں نے کائنات کی دریافت میں اپنے آپ کو گُم کر دیا۔ کالج یونیورسٹی کے جدید تعلیم یافتہ نوجوان مذہب سے محض داڑھی والے مُلاں کی بات سمجھ کر بیزار نہ ہوں۔ بڑے بڑے دانشور اور فلسفی ایسے گزرے ہیں جنھوں نے عقل و فلسفہ کی بے چارگی کو دیکھ کر مذہب کے دامن میں پناہ لی ہے۔

بہت بڑے فلسفی امام غزالی رحؒ نے تہافت الفلاسفہ لکھ کر فلسفیوں کی غلطیوں کو ظاہر کیا ہے امام ابو حنیفہ رحؒ نے علم کلام جیسے عقلی سے نکل کر فقہ کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کو لگایا ہے۔

اوّل آزمودم عقل دُور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

دُور نہ جائیے ڈاکٹر علامہ محمّد اقبال جنھوں نے جدید علوم کو حاصل کیا ہے اور جدید تہذیب کو

...یب سے دیکھا ہے کہتے ہیں۔

عقل کی گتھیاں سُلجھا چُکا ہُوں مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اور فخر سے کہتے ہیں۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

اور ایسے روشن خیال مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ

وہ سمجھتے ہیں یورپ کو ہم نشین اپنا ستارے ہیں جن کے نشیمن سے زیادہ قریب

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

اور دیکھیئے دُنیا میں قدرت کا انتقام کہ ڈارون نے جب انسان اوّل حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد ہونے کا انکار کیا تو اپنا رشتہ بندر سے قائم کر لیا۔ ادھر یہود جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شکل انسانی کے لائق نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بندر بنا دیا۔ مطلب یہ ہُوا کہ مذہب سے مُنہ موڑ کر انسان ترقی اور تحقیق کر کے وہاں پہنچا جہاں انسانیت سے گرا ہُوا انسان پہنچا ہے اور جب کائنات کے منظّم اور پُر حکمت نظام کو علیم و خبیر ذات کے ارادے سے نہ مانا تو اپنی ہستی سے بے خبر اندھے بہرے مادے کی غیر شعوری حرکت کا نتیجہ مان لیا۔ فاعتبرو یا اولی الابصار ۔ لیکن مغرب کی اندھی تقلید میں ہوش ہی نہ رہا کیا کھویا کیا پایا۔ آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ اسلام دینِ فطرت ہے اس کا انکار اقرار سے زیادہ مشکل ہے لیکن فطرت سلیم ہو۔ مسخ شدہ فطرت سے انکار بعید نہیں یہ پاکیزہ تعلیم پاکیزہ قلوب ہی قبول کر سکتے ہیں۔

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے شکار مردہ سزا وار شاہباز نہیں

جس کی فطرت ماحول سے متأثر نہ ہُوئی وہ اس کی قدرت کے نمونے دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گئے تیری پہچان یہی ہے

جبکہ ایک دُنیا "لفظِ جہاد" کی دہشت سے کانپ رہی ہے جبکہ عالمِ مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ ایک عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے جبکہ اسلام کے مدعیان حمایت نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کے لیے اسلام کو مجبور کریں کہ اس لفظ کو اپنی لغت سے نکال دے جبکہ بظاہر اُنھوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا ہے کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا دیتا ہے کفر اپنے توحش کو بھول جائے اور جبکہ آج کل کے ملحدین[1] اور متفرنجین[1] مفسدین کا ایک "حزب الشیطان" بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجہ تقرب عبودیت حاصل کرنے کے لیے (تحریف الکلمہ عن مواضعہ کے بعد) سرے سے اس لفظ ہی کو قرآن سے نکال دے تو پھر یہ کیا ہے کہ مَیں نہ صرف "جہاد" کو ایک رُکن اسلامی، ایک فرض دینی، ایک حکم شریعت بتلاتا ہُوں بلکہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں اسلام سے اگر جہاد کو الگ کر لیا جائے تو وہ ایک لفظ ہوگا جس میں معنی نہیں ہے ایک اسم ہوگا جس کا مسمّٰی نہیں ہے ایک فرش[2] محض ہوگا جس کا مغز نکال لیا گیا ہے پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین متفرنجین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جو اُنھوں نے تطبیق بین التوحید والتثلیث یا اسلام اور مسیحیت کے عقدِ اتحاد کے لیے انجام دی ہیں وہ اصلاح جدید کی شاندار عمارتیں جو مغربی تہذیب و شائستگی کی ارض مقدس پر کھڑی کی گئی ہیں کیا دعوتِ جہاد دے کے مَیں جنود مجاہدین کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کے سموں سے انھیں پامال کر دیں؟ اور پھر کیا چاہتا ہُوں کہ اسلام کی زندگی کا اُفق، جو حرارت حیات کی گرد سے پاک کر دیا گیا تھا۔ مجاہدین کی اُڑائی ہُوئی خاک سے پھر غبار آلود ہو جائے؟؟

ہاں! اے غارتگراں حقیقت اسلامی! اے دزداں[3] متاع ایمانی! اور اے مفسدین ملّت و مدعیان اصلاح! ہاں! میں ایسا ہی چاہتا ہوں میری آنکھیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہیں میرا دل ایسے ہی وقت کے لیے بیقرار ہے خدائے ابراہیم و محمدؐ (علیہما السّلام) کی شریعت ایسا ہی چاہتی ہے، قرآن کریم اسی کو حقیقتِ اسلامی کہتا ہے وہ اسی اسوہ حسنہ کی طرف اپنے پیروؤں کو بُلاتا ہے اسلام کا اعتقاد اسی کے لیے ہے اسکی تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں اس کے تمام جسم اعمال کی رُوح یہی شے ہے اور یہی چیز ہے جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا اور عید الاضحیٰ کو یوم جشن و مسرّت بنایا۔

[1] انگریزی طور طریق اپنانے والے [2] چھلکا [3] دزد کی جمع معنی چور

(الہلال ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء)

اخبار و احوال جامعہ مدنیہ (جدید)

محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور

○ ۲۰؍ فروری، مانچسٹر سے بھائی شاہد صاحب اور اُن کے عزیز مجیب الرحمن صاحب، مولانا عبدالستار صاحب اور دیگر حضرات جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ مسجد حامد کی تعمیر و ترقی اور جامعہ کی تعلیم اور نظم نسق کا مشاہدہ کیا۔

○ ۲۱؍ فروری، ۱۰ بجے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سیّد علی ہجویری یونیورسٹی گلبرگ تشریف لے گئے اور اسلام، ایمان اور اعمال صالحہ کے موضوع پر بصیرت افروز اور رقت انگیز وعظ فرمایا۔

○ ۲۲؍ فروری، انگلینڈ سے کچھ مہمان جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کی تعلیمی بہاریں دیکھ خوشی کا اظہار کیا۔

○ ۲۵؍ فروری، حضرت بانی جامعہ شیخ الحدیث مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کے دیوبند کے ہم سبق حضرت مولانا احمد حسن صاحب دامت برکاتہم جامعہ جدید تشریف لائے جامعہ کے تعلیمی اور تعمیری اُمور کا ملاحظہ فرمایا اور حضرت بانی جامعہ رحمۃ اللہ علیہ کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر ہوتا دیکھ کر دل کی گہرائیوں سے دُعائیں دیں۔

○ ۳؍ مارچ، حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم عصر بعد جامعہ عثمانیہ کوٹ مہتاب ضلع قصور کے جلسۂ دستار بندی میں تشریف لے گئے رات ۱۲ بجے واپسی ہوئی۔

○ ۲۲؍ مارچ، صبح تقریباً ۷:۳۰ حضرت مولانا سیّد سلمان ندوی الحسینی مدظلہ العالی، حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم، مولانا محمد طاہر الحسنی خطیب جامع مسجد بنوری ٹاؤن اور مولانا محمد بن طالب الجزائری اور بعض دیگر عرب ساتھی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور زیرِ تعمیر مسجد حامد میں نوافل ادا کیے حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب نے جامعہ کی ترقی اور حفاظت کے لیے دُعا کروائی تمام حضرات نے مسجد و مدرسہ کا معائنہ فرمایا، بعد ازاں تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے اور امیر جماعت حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب سے ملاقات کی۔ مولانا

جمشید علی صاحب، مولانا محمد احسان الحق صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مختلف اُمور پر تبادلہ خیال ہُوا۔ واپسی پر حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی ہمشیرہ صاحبہ کے ہاں فیصل ٹاؤن میں ناشتہ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔

○ ۲۸ مارچ، حضرت مہتمم صاحب کی دعوت پر لکھنؤ سے تشریف لائے ہُوئے جناب مولانا محمود احمد صاحب، مولانا بلال صاحب مولانا احمد علی صاحب و دیگر حضرات دوپہر کے کھانے میں تشریف لائے کھانے کے بعد مختلف اُمور پر تبادلہ خیال ہُوا۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دار الاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)